رجسٹرڈ ایل ۷۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

قیمت پیشگی سالانہ عوام سے ۳؎ خواص اور معاونین سے ۵؎ ہندوستان سے باہر ۶؎

اَلْحَکَم

قادیان دار الامان

نمبر ۲	۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء مطابق ۶ شوال ۱۳۱۹ھ ہجری المقدسہ یوم جمعہ	جلد ۶

شحنۂ ہند کا ایڈیٹر اور اسکی اعوان

اگر

اب بھی نہ سمجھیں تو پھر انسے خدا سمجھے

اِتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ

شحنۂ ہند میرٹھ مطبوعہ ۸ جنوری ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی جری اللہ فی حلل الانبیاء پر اعتراض کیا گیا ہے اور اسکا عنوان جمایا گیا ہے بے معنی الہام۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب جو مجدد السنۃ مشرقیہ ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا جی کا خدا عرب کے محاورات اور انکی غلطی اور صحت سے نا واقف ہے۔ بھلا ایسا ملہم خدا کس کام۔ اسلئے جری بروزن فعیل صفات میں سے ہے اسم فاعل ہے نہ معمول یعنی اللہ کی جانب مضاف ہے تو یہ معنی ہوئے خدا کا جرأت دینے والا یا خدا کو جرأت دینے والا یا اسکے معنی ہوئے کہ خدا کا جرأت کیا ہوا اگر زبردستی اس کو اسم مفعول بنانا چاہیں۔"

افسوس! مستعجل نادان انجام سے نہیں ڈرتا اور نہایت بیباکی سے زبان کی سرکش گھوڑے کا لگام ڈہیلی چھوڑ دیتا ہے شحنۂ ہند کا ایڈیٹر لسان کے تذکر و تانیث کے معاملہ میں ایکدفعہ ذلیل و رسوا ہو چکا تھا۔ مگر اس سزا کو کافی نہ سمجھکر ذلت کا ہدف بننے کیلئے پھر تیار ہوا ہے و من یہن اللہ فما لہ من مکرم

سنئے

السنۃ مشرقیہ کے مجدد صاحب! یہہ جَرِیّ کی جَرُءَ یَجْرُؤُ جُرْاَۃً یعنی باب الہمزہ سے نہیں جیسا آپنے سمجہا ہے۔ یہہ جری یجری جریا و جریانا (یاء ی) سے جسکے معنی ہیں۔ الرسول۔ چنانچہ لسان العرب میں لکہا ہے الجَرِیُّ الرسول۔ والوکیل تقول جَرَیْتُ جَرِیًّا واستجریت جریًّا ای اتخذت وکیلا دُ سمی الوکیل جریًّا لانہ یجری مجری مُوَکِّلہ والضامن واما الجری ء (جرأت کرنیوالا) المقدام فھو من باب الھمزہ۔ اب جری اللہ فی حلل الانبیاء کے معنی ہوئے۔ رسول اللہ وکیل اللہ۔ ضامن اللہ یعنی رسول من عند اللہ۔ وکیل من عند اللہ ضامن من عند اللہ یعنی اللہ کی طرف سے رسول و اللہ کیطرف سے وکیل اور اللہ کیطرف سے ضامن

اب

بتاؤ کیا یہ وحی خدا کی اور زندہ اور سچے خدا کی اور عرب کے محاورات سے واقف خدا کی وحی اور کلام ہے یا نہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالٰے نے جیسے رسول اور نبی اور نذیر اور بشیر کے پکارا ہے ویسے ہی جری کے لفظ سے یاد فرمایا ہے شاید اس نام سے اطلاق کرینگے ...

ناظرین سے دو تین منٹ

توسیع اشاعت الحکم کا سوال کچھ کم ضروری سوال نہیں ہے قوم جسقدر سعی اور کوشش اسکی کثرت اشاعت کے لئے کریگی اسیقدر سہولتیں ہم کو اسکی حجم کی ترقی اور کمی قیمت میں پیدا ہونگی

ہم منشی عزیز الرحمٰن صاحب کپورتھلہ کی اس محنت اور سعی کے لئے جزاہ اللہ احسن الجزا کہتے ہیں جو وہ الحکم کی توسیع اشاعت کی خاطر کر رہے ہیں اب تک منشی صاحب موصوف قریباً سات کے خریدار دے چکے ہیں اور ابھی کر رہے ہیں کیا دوسرے احباب انکی نقش قدم پر نہ چلیں گے

ایسا ہی ہم منشی غلام نبی صاحب اوورسیر افریقہ کے شکر گذار ہیں جنہوں نے دو خریداروں کے نام آپ قیمت دیکر الحکم جاری کرایا ہے

جناب مولانا مولوی سید عبدالرحیم صاحب ہسوری بھی کچھ کم شکریہ کے مستحق نہیں جو جنوبی ہندوستان میں الحکم کی توسیع اشاعت کے لئے بہت کوشش کر رہے ہیں خدا تعالےٰ ان کا مددگار ہو اور ان کے ارادوں میں برکت دے مولوی صاحب موصوف نے بنگلور میں ایک زمرہ احمدیہ نام مجلس قائم کی ہے جسکی ذریعہ سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کا کام خوب زور سے ہو رہا ہے

جناب میاں محمد یوسف خان صاحب مہتمم باورچی خانہ مہاراجہ صاحب بہادر کپورتھلہ جو ایک مخیر آدمی ہیں اور ہمیشہ اپنے مال کو اچھے کاموں میں حتی الوسع خرچ کرتے رہتے ہیں خدا تعالےٰ کے فضل سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں ہم کو ان کی ذات سے امید ہے کہ وہ مدرسہ تعلیم الاسلام اور لنگرخانہ کی امداد میں معقول حصہ لیں گے۔
... اقبال ہوئے کلکتہ گئے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہاں اپنے ملنے والوں سے وہ حضرت اقدس کے سلسلے کی تبلیغ کرتے رہے ہیں چنانچہ بیعت کے سلسلہ میں جو کسی اگلی اشاعت میں شروع ہو گا بخوبی معلوم ہو جائے گا۔

جن احباب کے ذمہ سال گذشتہ یا اس سے پہلے کے بقایا ہیں وہ اس نوٹ کو پڑھ کر بہت جلد بھیجدیں۔ ورنہ ہم کو بذریعہ وی پی وصول کرنے کا ہر وقت اختیار ہوگا اور واپس کرنے پر مجبوراً ہم ان کا اسم گرامی نادہندوں کی فہرست میں چھاپنے پر مجبور ہونگے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ کوئی شخص جو اخبار لیکر اس کی قیمت دینا نہیں چاہتا اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ خریدار نہ ہو کر ایک قومی اور دینی خادم کو نقصان نہ پہنچائے۔

افریقہ کی جماعت کی خدمت

ضروری التماس

ہم برادران افریقہ کو اطلاع دیتے ہیں کہ وہ اس تحریر کو پڑھ کر فی الفور اپنے بقایا سال گذشتہ اور سال حال کی قیمت بحساب چھ روپیہ اگر وہ عام قیمت دینا چاہتے ہیں یا بحساب ۱۰ روپیہ اگر خواص اور معاونین کی صورت میں قیمت دینا چاہیں بھیجدیں۔ اور آئندہ کے لئے وہ یہ التزام نہ کریں کہ کسی ہندوستان کو آنے والے بھائی کا انتظار کریں کہ کوئی جانیوالا ہو تو اسے قیمت دیدیجاوے اس طریق سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے اور ٹھیک وقت پر روپیہ نہ پہنچنے کی وجہ سے نقصان بھی ہوتا ہے۔

حضرت اقدس کا ایک خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم سید فضل شاہ صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ افسوس! کہ اسوقت میں بباعث درد سر جو بوجہ گرمی ہو گئی ہے حاضر نہیں ہو سکا۔ آپ نے جو چند کلمات نصیحت کے لئے لکھے ہیں اسیقدر کافی ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے رب کریم قادر قیوم کے احکام کو یاد رکھیں اور وہ یہ کہ نماز پنجگانہ دلی خلوص سے ادا کریں ہمیشہ نماز میں بعض دعائیں اپنی پنجابی زبان میں کر لیا کریں اور نماز میں اپنی زبان میں بہت دعا کیا کریں۔

جہانتک ممکن ہو نماز تہجد کا بھی التزام رکھیں۔ اور اس میں بھی اپنی زبان پنجابی میں دعا کیا کریں موت کو یاد رکھیں کہ یہ موت جب آتی ہے تو باز کیطرح ایک پوشیدہ جگہ سے اپنا شکار بنا لیتی ہے جہانتک ممکن ہو ہمیشہ کوشش کریں کہ جلد جلد اس جگہ آیا کریں کہ جس طرح ہر ایک چیز فانی ہے اسی طرح ہمارے وجود کی بھی حالت ہے ایک وقت آنیوالا ہے کہ ہمارا وجود اور یہ ہماری مجلسیں خواب و خیال کیطرح ہو جائینگی۔ اور لازم ہے کہ بد صحبت سے پرہیز کریں دل کو گناہ کے منصوبوں سے پاک رکھیں کہ بد قسمت ہے وہ انسان اور بدبخت ہے وہ آدمی جسکا دل ہمیشہ گناہ کے منصوبے سوچتا ہے آپ کو دنیا کے شغل میں کئی ابتلا پیش آئینگے ہر ایک ابتلا میں خدا پر بھروسہ کریں نہ نعمت کی حالت کسی تکبر کا موجب ہو اور نہ کسی تنگی کی حالت میں بے صبر ہو سکے باتیں بہت ہیں مگر بالفعل اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ خدا کا خوف اور اس کی مخلوق سے ہمدردی اور اپنی بیوی اور اہل سے بطریق رحمت اور درگذر اور اولاد کو دین کی رغبت دینا اور بھائی کے ساتھ حلم اور خلق سے پیش آنا اور نصرت کرنا اور عام لوگوں کی حتی المقدور بھلائی اور ترک شر سے پیش آنا اور اپنے خدا اور اس کے رسول کو سب پر مقدم رکھنا اور چالیس دن میں سے ایک مرتبہ خدا تعالیٰ کے خوف سے رونا یہی طریق سعادت ہے خدا تعالیٰ توفیق بخشے مجھے اسوقت سر درد سے طاقت حاضری مسجد نہیں اسی جگہ دونو نمازیں پڑھونگا اسلئے دوا مطلوبہ اور ایک کرتہ اور یہ نصیحت نامہ ارسال ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۶ جولائی سنہ ۱۹۰۱ء

اپنی جماعت کے جوانوں سے خطاب

ہماری جماعت میں جو جوان ہیں وہ خوب یاد رکھیں کہ عمر جلد گذرتی جاتی ہے اور ہر ایک سانس موت کے قریب اور قبر کے نزدیک کرتا جاتا ہے جوانی میں بہت سے جذبات اور جوش نارک روحانی ہمارے پاس لیکر آتی ہیں ہم نے جوانی کے جوش کو خدا کے فضل سے نہیں دیکھا مگر اس کا علم خدا نے دیا ہے اسلئے

کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

سلسلے کے لئے دیکھو نمبر ا جلد (۶)

کیونکہ سوال کرنا بھی ایک قسم کا علم پیدا کرنا ہوتا ہے السوال نصف العلم مشہور ہے پس مین اسکو بھی غنیمت سمجھتا ہون کہ کسی کے دل مین امر حق کے متعلق سوال کرنے کی تحریک پیدا ہو جاوے یقیناً یاد رکھو کہ سچی معرفت ہر ایک طالب حق کو جو مستقل مزاجی سے اس راہ مین قدم رکھتا ہے مل سکتی ہے یہ کسی کے لئے خاص نہین ہے۔ ہان یہ سچ ہے کہ جو غفلت کرتا ہے اور صدق نیت سے اس کی جستجو نہین کرتا اسکا کوئی حصہ نہیں ہے ورنہ خدا تعالےٰ تو ہر ایک انسان کو اپنی معرفت کے رنگ سے رنگین کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا اور اسی لئے فرمایا ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا**

جن لوگون نے ایک عورت کے بچے کو یا یون کہو کہ انسان کو خدا بنایا ہے انہون نے نہ خدا کو سمجھا ہے اور نہ انسان ہی کی حقیقت پر غور کی ہے۔ انسان کیا ہے؟ وہ گویا کل مخلوقات الٰہیہ کی ایک مجموعی صورت ہے جسقدر مخلوق دنیا مین جیسے بھیڑ بکری وغیرہ موجود ہے یہ سب انسانی قوےٰ کی انفرادی صورتین ہین۔

جیسے ایک مصنف جب کوئی کتاب لکھنی چاہتا ہے تو پہلے متفرق نوٹ ہوتے ہین پھر ان کو ترتیب دیکر ایک کتاب کی صورت مین لے آتا ہے اسیطرح یہ کل مخلوقات انسانی قوےٰ کے خاکے ہین۔ گویا یہ عملی صورت بتاتی ہے کہ انسان اعلیٰ قوےٰ لیکر آیا ہے پس عیسائی مذہب انسانی قوےٰ کی توہین کرتا ہے اور ان کی تکمیل اور نشوونما کے لئے ایک خطرناک روک پیدا کر دیتا ہے جب کہ وہ انسان کو خدا بنا کر اس کے خون پر نجات کا انحصار رکھدیتا ہے۔

پس مین جو بات آپ کو پہونچانا چاہتا تہا وہ یہ ہے کہ مین انسان کو **گناہ سے بچنے** کی حقیقی ذریعہ بتاتا ہون اور خدا تعالےٰ پر سچا ایمان پیدا کرنے کی راہ دکہاتا ہون۔ یہی میرا مقصد ہے جس کو لے کر مین دنیا مین آیا ہون میری دلی خواہش ہے کہ آپ اس کو سمجھ لین۔ اور خوب غور سے سمجھ لین تاکہ جہان کہین آپ جائین اور اپنے دوستون مین بیٹھکر اپنے سفر کے عجائبات سنائین وہان ان کو یہہ باتین بھی بتائین جو مین نے آپ کو سنائی ہین۔

اس ساری تقریر کو پھر ہمارے مکرم بھائی مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے فصیح انگریزی میں بیان کیا۔ اور اپنے طرز طرز پر اسکو واضح کرکے صاحب موصوف کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی۔ جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکے تو مسٹر ڈکسن نے کہا

مسٹر ڈکسن۔ مینے آپ کا مطلب سمجھ لیا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں کہیں میں جاؤں گا۔ میں یوروپین لوگوں میں اسکا تذکرہ کرونگا۔

حضرت اقدس۔ ہم نے تو آپکا چہرہ دیکھکر ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ میں انصاف ہے + ہماری دلی آرزو یہی تھی کہ آپ کچھ دنوں ہمارے پاس رہ جاتے تا کہ ہمیں پورا موقع ملتا کہ اپنے اصول آپکو سمجھائیں اور آپ کو بھی غور کرنے اور بار بار پوچھنے کا موقع ملتا۔ مگر تاہم ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی غور کرنے والی طبیعت ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھائے گی۔ انسان کے اعلےٰ درجہ کے اخلاق کا نمونہ یہی ہے کہ وہ راستی کے قبول کرنیکے لیے ہر وقت طیار رہے بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ انسان محض ماں باپ کی تقلید کی وجہ سے باوجودیکہ ان میں صریح نقص دیکھتا ہے نہیں چھوڑتا لیکن جو شخص سچے اخلاق اور اخلاقی جرات سے حصہ رکھتا ہے وہ ان باتوں کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ وہ صرف راستی کا خواہشمند ہوتا ہے۔

بچپن میں دو قوتیں بڑی تیز ہوتی ہیں اول ہر ایک چیز اندر چلی جاتی ہے دوم خوب یاد رہتی ہے۔ بچہ کبھی دلائل نہیں پوچھتا کہ کیوں یہ بات ہے۔ مگر اصل سچا علم یہی ہے کہ ان باتوںکو جو شیر مادر کیطرح پیتا ہے جب اسے معلوم ہو جاوے کہ انہیں حقیقت و معرفت کا رنگ اور قوت نہیں ہے تو انھیں چھوڑنے کے لیے فی الفور طیار ہو جاوے تمام قوی کا بادشاہ انصاف ہے اگر یہ قوت ہی انسان میں مفقود ہے تو پھر سب سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

انسان دنیا میں اس لیے نہیں آیا کہ وہ باطل کا ذخیرہ جمع کرے بلکہ اسے حقیقت شناس اور حق پرست ہونا چاہیے۔

دنیا میں چونکہ باطل بھی ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ باطل پرست اسے سچ سے بھی زیادہ چمکدار دکھانا چاہیں مگر دانشمند کو دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ اسکو لازم ہے کہ سچائی کو پورے طور پر پرکھے اور پھر قبول کرے میرے نزدیک عام مذاہب کا اسوقت یہ حال ہے کہ گویا کل مذاہب کا ایک میدان لگا ہوا ہے اور ہر ایک بجلئے خود کوشش کرتا ہے کہ اپنے مذہب کو سچا دکھائے مگر میں کہتا ہوں کہ روحانیت کو دیکھو کہ کس میں ہے اور تائیدی نشان کون اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

اور کونسا مذہب ہے جو گناہ کے کیڑے کو ہلاک کرنے کی قوت رکھتا ہے میں آپ کو اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی سچی معرفت جسکی گرمی سے گناہ کا کیڑا ہلاک ہوتا ہے **اسلام** میں ملتی ہے اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا ہے کہ کسی کے خون سے اس کیڑے کو موت آوے بلکہ خون پڑکر تو اور بھی کیڑے پیدا کریگا۔ اس لیے **خون** گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہرگز نہیں ہے **نجات** اور پاکیزگی کی سچی اصل وہی ہے جو مینے آپکو بتائی ہے اور ساری دنیا کو چاہیے کہ اسی کو تلاش کریں۔

اس تقریر کے ختم کرتے کرتے نہر کا پل جو قادیان سے ۳ میل کے قریب ہے آ پہونچے۔ یہاں پہونچکر مسٹر ڈکسن حضرت سے رخصت ہوکر بٹالہ کو چلا گیا اور حضرت اقدس واپس تشریف فرما ہوئے وہ واقعات ہم پہلے لکھہ چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں

ایڈیٹر

ایک عیسائی خوجہ اور مسیح موعودؑ

منشی عبد الحق صاحب قصوری طالب علم بی۔ اے کلاس لاہور نے جو عرصہ تین سال سے عیسائی تھے۔ **الحکم** اور حضرت اقدس علیہ السلام کی بعض کتابیں پڑھکر حضرت اقدس کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا تھا کہ وہ **اسلام** کی حقانیت اور صداقت کو عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں اس پر حضرت **خلیفۃ اللہ** نے انکو لکھ بھیجا تھا کہ وہ کم از کم دو مہینے تک یہاں قادیان میں آکر رہیں۔ چنانچہ انھوں نے **دار الامان** کا قصد کیا اور ۲۲ دسمبر ۱۹۰۱ء کو بعد دوپہر یہاں آپہونچے پس اس عنوان کے نیچے ہم جو کچھ لکھیں گے سردست انہی سے متعلق ہوگا۔

ایڈیٹر

پہلی ملاقات

حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعدا کی طبیعت بوجہ کثرت کار ... جو آجکل حضور رات کے بہت بڑے حصہ تک اس میں مصروف رہتے تھے کیونکہ ایک طرف **میگزین** کے لیے مضمون ترجمہ کیواسطے دینا تھا دوسری طرف **المنار** کے لیے وہ عودہ رسالہ لکھ رہے تھے پھر قریباً ڈیڑھ سو سے زائد عظیم الشان نشانوں اور پیشگوئیوں کے نقشہ کی ترتیب کیلیے ان پیشگوئیوں اور نشانوں کو مرتب اور جمع کر رہے تھے۔ دو تین روز سے ناساز تھی مگر مہمانوں اور اس نووارد حق جو مہمان کے لیے آج آپ نے سیر کو تشریف لیجانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ۸ بجے کے قریب آپ باہر کو تشریف لے چلے۔ باہر نکلتے ہی منشی **عبد الحق صاحب عیسائی** کو حضور کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اور جو کچھ گفتگو ہوئی اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں

ایڈیٹر

حضرت اقدس

آپ کو عیسائی ہوئے کتنا عرصہ گذرا اور کیا اسباب پیش آئے تھے جو عیسائی ہوگئے۔

منشی عبد الحق

مجھے عیسائی ہوئے اس دسمبر میں تین سال ہوجاتے ہیں۔ چونکہ بعض عیسائی میرے دوست تھے اور ان سے میل ملاقات رہتی تھی۔ اور فیروزپور میں پادری نیوٹن صاحب تھے وہ بھی بڑی مہربانی سے پیش آتے تھے یہی اسباب میرے عیسائی ہونیکے ابتدا میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت اقدس

یہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ آپ دو مہینے کے واسطے یہاں آگئے بظاہر یہ بات آپ کی حق جوئی کی نشانی ہے۔

منشی عبد الحق

جناب میں کالج سے نام کٹوا کر آیا ہوں رخصت نہیں ملتی تھی۔

حضرۃ اقدس

یہ تو اور بھی ہمت کا کام ہے۔ میرے نزدیک بہتر اور مناسب طریق جو آپ کے لیے مفید ہو سکتا ہے اب یہ ہے کہ آپ ان اعتراضات کو جو اسلام پر رکھتے ہیں اور اہم ہیں سلسلہ وار لکھ لیں اور ایک ایک کر کے پیش کریں ہم انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیتے رہینگے اور جس جواب سے آپکی تسلی نہ ہو اسے آپ بار بار پوچھ لیں اور صاف صاف کہدیں کہ اس سے مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ مگر ان اعتراضوں میں اس بات کا لحاظ رکھ لیں کہ وہ ایسے ہوں کہ کتب سابقہ میں اس قسم کے اعتراضوں کا نام و نشان نہ ہو ورنہ تضییع اوقات ہی ہوگا۔ جب آپ اعتراض کر چکیں گے پھر ہم آپ کو اسلام کی خوبیاں بتائیں گے کیونکہ یہ دو ہی کام ہیں ایک آپ کریں اور ہمیں مدد دیں دوسرا ہم خود کریں گے

اسی سلسلہ میں حضرت **مسیح موعود** نے یوں سلسلہ کلام شروع کیا۔

تبدیل مذہب کے دو باعث ہوتے ہیں سب سے بڑا باعث وہ **جذبات** ہوتی ہیں جنکو غلط فہمی اور غلط بیانی سے کچھ کا کچھ بنا دیا جاتا ہے اور اصول مذہب کو اس کے مقابلہ میں بالکل چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جیسے مثلاً اسلام کی بابت جب عیسائی لوگ کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو اسلامی جنگوں پر کلام کرنے لگتے ہیں حالانکہ خود اُن کے گھر میں **یشوع** اور **موسیٰ** کے جنگوں کی نظیریں موجود ہیں۔ اور جب انکا اسلامی جنگوں سے مقابلہ کیا جاوے تو وہ اسلامی جنگوں سے کہیں بڑھ کر مورد اعتراض ٹھیر جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ **اسلامی جنگ** بالکل دفاعی جنگ تھے اور ان میں وہ شدت اور سخت گیری ہرگز نہ تھی جو **موسیٰ** اور **یشوع** کے جنگوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ موسیٰ اور یشوع کی لڑائیاں عذاب الٰہی کے رنگ میں تھیں تو ہم کہتے ہیں کہ اسلامی جنگوں کو کیوں عذاب الٰہی کی صورت میں تسلیم نہیں کرتے موسوی جنگوں کو کیا ترجیح ہے۔ بلکہ ان اسلامی جنگوں میں تو موسوی لڑائیوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی رعایتیں دی گئی ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ چونکہ وہ لوگ نوامیس الٰہیہ سے ناواقف تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انپر موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں کے مقابلہ میں بہت بڑا رحم فرمایا کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔

الحکم کی کسی اگلی اشاعت میں **سورۃ جمعہ** کی تفسیر درج ہونے والی ہے۔

پھر اسلامی جنگوں میں موسوی جنگوں کے مقابلہ میں یہ بڑی خصوصیت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خادموں کو مکہ والوں نے برابر ۱۳ سال تک خطرناک ایذائیں اور تکلیفیں دیں اور طرح طرح کے دُکھ ان ظالموں نے دیے چنانچہ ان میں سے کئی قتل کیے گئے اور بعض بُرے بُرے عذابوں سے مارے گئے چنانچہ تاریخ پڑھنے والے پر یہ امر مخفی نہیں ہے بیچاری عورتوں کو سخت شرمناک ایذاؤں کے ساتھ مار دیا یہاں تک کہ ایک عورت کو دو اونٹوں سے باندھ دیا اور پھر اُن کو مختلف جہات میں دوڑا دیا اور اُس بیچاری کو چیر ڈالا اس قسم کی ایذا رسانیوں اور تکلیفوں کو برابر ۱۳ سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک جماعت نے بڑے صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا۔ اس پر بھی انھوں نے اپنے ظلم کو نہ روکا۔ اور آخر کار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کیا گیا اور جب آپ نے خدا تعالے سے انکی شرارت کی اطلاع پا کر مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی پھر بھی انھوں نے تعاقب کیا۔ اور آخر جب یہ لوگ پھر مدینہ پر چڑھائی کر کے گئے تو اللہ تعالے نے اسکے حملہ کو روکنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اہل مکہ اپنی شرارتوں اور شوخیوں کی پاداش میں عذاب الٰہی کا مزہ چکھیں۔ چنانچہ خدا تعالے نے جو پہلے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں گے تو عذاب الٰہی سے ہلاک کیے جائینگے وہ پورا ہوا۔ خود قرآن شریف میں ان لڑائیوں کی یہ وجہ صاف لکھی ہے

اُذِنَ لِلَّذِینَ یُقَاتَلُونَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ آلآیۃ

یعنی ان لوگوں کو مقابلہ کی اجازت دی گئی جنکے قتل کے لیے مخالفوں نے چڑھائی کی (اس لیے اجازت دی گئی) کہ ان پر ظلم ہوا۔ اور خدا تعالے مظلوم کی حمایت کرنے پر قادر ہے یہ وہ مظلوم ہیں جو ناحق اپنے وطنوں سے نکالے گئے۔ انکا گناہ بجز اس کے اور کوئی نہ تھا کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا رب **اللہ** ہے۔

یہ وہ آیت ہے جس سے اسلامی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پھر جسقدر رعایتیں اسلامی جنگوں میں دیکھوگے ممکن نہیں کہ موسوی یا یشوعی لڑائیوں میں اس کی نظیر مل سکے۔ موسوی لڑائیوں میں لاکھوں بے گناہ بچوں کا مارا جانا۔ بوڑھوں اور عورتوں کا قتل۔ باغات اور درختوں کا جلا کر خاک سیاہ کر دینا توراۃ سے ثابت ہے مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے باوصفیکہ ان شریروں سے وہ سختیاں اور تکلیفیں دیکھی تھیں جو پہلے کسی نے نہ دیکھی تھیں پھر ان دفاعی جنگوں میں بھی بچوں کو قتل نہ کرنے عورتوں اور بوڑھوں کو نہ مارنے راہبوں سے تعلق نہ رکھنے اور کھیتوں اور ثمردار درختوں کو نہ جلانے اور عبادت گاہوں کے مسمار نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ اب مقابلہ کر کے دیکھلو کہ کس کا پلہ بھاری ہے

غرض

یہ بیہودہ اعتراض ہیں اگر انسان فطرت سلیمہ رکھتا ہو تو وہ مقابلہ کر کے خود حق پا سکتا ہے۔ کیا موسیٰ کے زمانہ میں اور خدا تھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی اور۔ اسرائیلی نبیوں کے زمانہ میں جیسے شریر اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے اُس زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بھی حد سے نکل گئے تھے پس اسی خدا نے جو رؤف و رحیم بھی ہے پھر شریروں کے لیے سمیع غضب بھی انکو ان جنگوں کے ذریعہ جو خود انھوں نے ہی پیدا کی تھیں سزا دیدی۔ لوط کی قوم سے کیا سلوک ہوا۔ نوح کے مخالفوں کا کیا انجام ہوا۔ پھر مکہ والوں کو اگر اس رنگ میں سزا دی تو کیوں اعتراض کرتے ہو۔ کیا کوئی عذاب مخصوص ہے کہ طاعون ہی ہو۔ یا پتھر برسائے جائیں خدا جسطرح چاہے عذاب دیدے۔

سنت قدیمہ اسی طرح پر جاری رہی ہے اگر کوئی ناعاقبت اندیش اعتراض کرے تو اسے موسیٰ کے زمانہ اور جنگوں پر اعتراض کا موقعہ مل سکتا ہے جہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی نکتہ روا نہیں رکھی گئی۔ نبی کریم کے زمانہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ آجکل عقل کا زمانہ ہے اور اب یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ جب کوئی مذاہب سے الگ ہو کر دیکھے گا تو اُسے صاف نظر آجائے گا کہ اسلامی جنگوں میں اول سے آخر تک دفاعی رنگ مقصود ہے اور ہر قسم کی رعایتیں روا رکھی گئی ہیں جو موسیٰ اور یشوع کی لڑائیوں میں نہیں ہیں۔

ایک **آریہ** کی کتاب میری نظر سے گذری اُس نے موسوی لڑائیوں پر بڑے بڑے اعتراض کیے ہیں مگر اسلامی جنگوں پر اسے کوئی موقع نہیں ملا۔ مجھ سے جب کوئی آریہ یا ہندو اسلامی جنگوں کی نسبت دریافت کرتا ہے تو اُسے میں نرمی اور ملاطفت سے یہی سمجھاتا ہوں کہ جو مارے گئے وہ اپنی ہی تلوار سے مارے گئے۔ جب انکے مظالم کی انتہا ہو گئی تو آخر انکو سزا دی گئی اور ان کے حملوں کو روکا گیا۔

مجھے پادریوں کے سمجھانے اور اُنکے سمجھنے والوں پر سخت افسوس ہے کہ وہ اپنے گھر میں موسیٰ کی لڑائیوں پر تو غور نہیں کرتے اور اسلامی جنگوں پر اعتراض شروع کر دیتے ہیں۔ اور سمجھنے والے اپنی سادہ لوحی سے اُسے مان لیتے ہیں۔ اگر غور کیا جاوے تو موسوی جنگوں کا اعتراض حضرت مسیح پر بھی آتا ہے کیونکہ وہ توریت کو مانتے تھے اور حضرت موسیٰ کو خدا کا نبی تسلیم کرتے تھے۔ اگر وہ ان جنگوں اور ان بچوں اور عورتوں کے قتل پر راضی نہ تھے تو انھوں نے اسے کیوں مانا گویا وہ لڑائیاں خود مسیح نے کیں اور ان بچوں اور عورتوں کو خود مسیح نے ہی قتل کیا۔

الحکم کی کسی اگلی اشاعت میں مسیح موعود کی پیشگوئیوں پر ایک مضمون شروع ہونے والا ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ خود مسیح علیہ السلام کو لڑائی کا موقع ہی نہیں ملا - ورنہ وہ کم نہ تھے انھوں نے تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑے بیچکر تلواریں خریدیں + یہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر قرآن شریف ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ان تینوں پر سے امان اٹھہ جاتا۔ قرآن شریف کا احسان ہے تمام نبیوں پر اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ جنھوں نے آکر ان سب کو اس الزام سے بری کر دکھایا۔

قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اسکی یہی تعلیم ہے کہ کسی سے تعرض نہ کرو۔ جنھوں نے سبقت نہیں کی ان سے احسان کرو - اور ابتدا کرنے والوں اور ظالموں کے مقابلہ میں بھی دفاع کا لحاظ رکھو اس سے نہ بڑھو + اسلام کی ابتدا میں ایسی مشکلات درپیش تھیں کہ ان کی نظیر نہیں ملتی ایک کی مسلمان ہونے پر مرنے مارنے کو طیار ہو جاتے تھے اور ہزاروں فتنے بپا ہوتے تھے اور فتنہ تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے پس **امن عامہ** کے قیام کے لیے مقابلہ کرنا پڑا اگر ہندو اس پر اعتراض کرتے تو کچھ تعجب اور افسوس کی جا نہ تھی مگر خود جن کے گھر مین اس سے بڑھکر اعتراض آتا ہے ان کو اعتراض کرتے ہوئے دیکھکر تعجب اور افسوس ہوتا ہے - عیسائیون نے اس قسم کے اعتراض کرنے مین بڑا ظلم کیا ہے کیا ان مین ایسا ہی ایمان ہے؟

منجملہ اور جزئیات کے **غلامی** کے مسئلہ پر اعتراض کرتے ہین حالانکہ قرآن شریف نے غلامون کے آزاد کرنیکی تعلیم دی اور تاکید کی ہے اور جو اور کسی کتاب مین نہیں ہے - اسی قسم کی جزئیات کو یہ لوگ محل اعتراض ٹھہرا کر ناواقف لوگون اور آزاد طبع جوانون کے سامنے پیش کر دیتے ہین - پس آپ کو مناسب ہے کہ آپ اعتراض کرتے وقت اس امر کا بڑا بھاری لحاظ کرین - کہ اسے گناہ اور محل اعتراض ٹھہرائین جو **خدا نے گناہ قرار دیا ہو** نہ وہ جو کہ پادری تجویز کرین - مین سولہ یا سترہ سال کی عمر سے اُن سے ملتا تھا مگر اس نور کی وجہ سے جو خدا نے مجھے دیا تھا مین ہمیشہ سمجھ لیتا تھا کہ یہ دھوکہ دیتے ہین - باقی آئندہ

الحیّ القیّوم

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کا ایک خطبہ الحکم کے ایڈیٹر کے الفاظ میں

(۱)

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

اللہ ایسی ذات پاک ہے جو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں سے منزہ ہے اس کے سوا اور کوئی معبود - مطلوب - محبوب - اور مطاع نہیں۔ وہ **الحی** (زندہ) ہے اور ہر قسم کی زندگیوں کا سرچشمہ ہے۔ وہ **القیوم** (اپنی ذات میں قائم) ہے اور ہر چیز کا قیام اور بقا اسی کے ساتھ ہے۔

(۲) قرآن شریف کی بڑی عظیم الشان کارروائیوں میں سے یا قرآن کریم کے پاک وجود کی ضرورتوں میں سے سب سے بڑی ضرورت کہ کیوں اس کتاب کے آنے کی ضرورت ہوئی اور اس نے آکر کیا کیا **ایک** یہ بھی ہے کہ اس نے وہ خدا پیش کیا ہے جو حقیقی خدا ہے - ہاں وہ خدا دکھایا ہے جسکی انسان کو ضرورت ہے اور بڑی صفائی اور پاکیزگی کے بعد جس پر بھروسہ کرکے انسانی فطرت ایک ذوق سے بھری ہوئی خوشی حاصل کر سکتی ہے اور دنیا کی صعیناک منزلوں میں جس کے سہارے پر وہ دوڑتا جاتا ہے - اور دنیا کے ہموم و غموم کے تاریک جنگلوں میں اور بیابانوں میں جسکی روشنی اور معیت سے وہ راہ پاتا اور تسلی پکڑتا ہے۔

۳۔ حقیقت میں یہ سچی اور بالکل سچی بات ہے کہ انسان کے اندر حوصلہ - ارادہ - ہمت اور بلند پروازگی اسی قدر ہوتی اور ہو سکتی ہے جس قدر شے مطلوب ہو - جس پایہ اور رتبہ کی چیز کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسی اندازہ اور قدر کے ارادے اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور پھر انھیں ارادوں اور عزموں کے انداز پر حصول مطلب کیلیے دوسرے سامان وہ بہم پہنچاتا ہے دیکھو اگر ایک شخص زمین کے اندر ایک چھوٹا سا سوراخ کرنا چاہتا ہے تو اسی سوراخ کی مقدار اور اندازہ کے موافق اسکی طیاری اور ارادہ ہوگا لیکن اگر وہ ایک کنواں طیار کرنا چاہتا ہے تو اسی کے موافق اس کا عزم اور اسکی طیاری کا سامان ہوگا - اسی طرح پر اگر ایک شخص ننگل (قادیان سے کوئی ایک گولی کی مار پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے) جانا چاہتا ہے تو اسکی طیاری اسی حیثیت سے ہوگی لیکن اگر اسکو کلکتہ یا بمبئی یا کم از کم لاہور امرتسر ہی جانا ہو تو اسکی طیاری میں اسی سفر کے انداز پر ہمت اور اس کے قویٰ میں زبردست تحریک ہوگی ان مثالوں پر غور کر لینے سے یہ اصول صاف سمجھ میں آتا ہے کہ انسان کے اندر ارادہ اور عزم - ہمت اور حوصلہ شئے مطلوب کی بزرگی اور پایہ کے برابر ہوتا ہے - اب اسی اصول کو مدنظر رکھکر ہم کہتے ہیں کہ انسان کے سامنے جس قسم کا خدا پیش کیا جاوے ویسی ہی صفات ان صفات کے حسب حال تحریکیں اور عزم اسمیں پیدا ہوں گے - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے جو خدا دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور جو انسان کا حقیقی مطلوب - معبود اور محبوب ٹھیرایا ہے اس کے تصور ہی سے انسانی ارادوں اور ہمتوں میں ایک زبردست تحریک بلند پروازگی اور اولوالعزمی کی پیدا ہوتی ہے - اور یہی انسانی فطرت کا اصل منشا اور مقتضا ہے **انسانی روح** کی وہ بیشمار قوتیں جو اسمیں حکیم و خبیر خدا نے ودیعت رکھی ہوئی ہیں اپنی تکمیل اور نشو و نما اور پھر ترقی پر ترقی کرنے کی اضطراری طلب جو ان میں موجود ہے وہ بالکل بے سود اور عبث ہوتی اگر مطلوب کمزور اور ناتوان ہوتا۔

۴۔ دنیا اللہ تعالے کی اس حقیقت اور صفات سے کوئی اطلاع نہ پا سکتی جو قرآن مجید نے آکر ظاہر کیں ہیں - انجیل نے مثلاً ایک خدا پیش کیا اور اسے گاڈ کے لفظ سے تعبیر کیا اور ساتھ ہی اسکی حقیقت یوں بتائی کہ مریم کے پیٹ میں اس گاڈ نے آکر نو ماہ تک حیض کے خون سے پرورش پائی اور پھر ریں ریں پیں پیں کرتا ہوا معمولی راہ سے

پیدا ہوا۔ اور ایک عرصہ تک اپنی ماں کے اوپر پیشاب پاخانہ کر کے دُکھ دیتا رہا۔ بھوک۔ پیاس اور بیماریوں کے صدمات سے مضطرب ہو کر روتا چلاتا رہا۔ جب جوان ہوا تو شیطان آزماتا پھرا اور پہاڑوں پر لے گیا۔ آخر عدالتوں میں پکڑا اور گھسیٹا گیا اور بغاوت اور کفر کے الزام لگائے گئے۔ اور صلیب پر طمانچے کھاتا ہوا چڑھایا گیا اور ملعون ہو کر ہاویہ میں رہا وغیرہ وغیرہ۔

اور پھر انجیل دکھاتی ہے کہ اس میں کوئی علم۔ کوئی قوت نہیں بلکہ ہر قسم کا ضعف ناتوانی۔ بیکسی ہمیں پائی جاتی ہے۔ اب ایسے خدا کا تصور کر کے روح اور راستی سے کون اسکی عبادت کرے گا اور اُس سے محبت کرے گا۔ میرا ایمان ہے کہ روح میں ایسے خدا کے لیے محبت کی سچی جوش اور تحریک پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ اسکی فطرت میں ہے کہ وہ ایسی لغو اور فضول اور ردی اشیا سے پیار نہیں کرتی۔ اور اس کا عملی نمونہ بھی ہمیں کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ کوئی مجھے بتلائے کہ ان لوگوں نے ایسے خدا سے تعلق پیدا کیا تو پھل کیا پایا؟ کون سے عظیم الشان آثار خارق عادات اور روحانیت انمیں پیدا ہوئیں؟ بلکہ اعتقاد کی شامت سے جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے قطعاً انکار کر لیا کہ کوئی نشان دکھا سکتا ہی اور **قبولیت دعا** کا مسئلہ ہی ان میں نہیں رہا۔ میں ایک لفظ میں کہہ دیتا ہوں کہ **وہ زندہ مذہب نہیں رہا** + خیالات کی اشاعت کے لیے پانی کی طرح مال بہانا یا ہر قسم کے اسباب کو ہاتھ میں لینا یہ سچائی کی قوی دلیل نہیں ہو سکتی جب تک خود مذہب کے اندر سے روشنی نہ نکلے خود سچائی کے اظہار میں خارق عادت زندہ نشان اسکے ساتھ نہ ہوں۔

اس لیے میں پھر سوال کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ عیسائی مذہب کے زندہ برکات اسکے ساتھ نہیں یہ نحوست کیوں پڑی کہ ایک بھی صلیب کا پرستار ایسا دکھائی نہیں دیتا جو دعوی کے ساتھ کہہ سکے کہ ہاں میں انجیل کے جلال کو ظاہر کرنے کے واسطے تائیدی نشان دکھا سکتا ہوں اسکا فلسفہ یہی ہے کہ ان کے قلب پر جب یہ صدا آکر پڑی کہ خود ساری رات رونے رہنے والے خدا کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ اور اسکی ساری ناکام زندگی کا نظارہ ان کے سامنے آیا تو یہ منحوس اور مردہ اعتقاد رکھنا پڑا کہ اسکے مکالمات مکاشفات نہیں ہوتے اس لیے کہ ان کے سامنے ایک کم علم اور کمزور خدا ہے چونکہ مرید میں حوصلہ مراد ہی کے موافق ہونا چاہیے تھا اس لیے انہیں وہ عزم وہ ہمت پیدا نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی ببول کے درخت کے نیچے جائے تو اسے پھل کھانے کا شوق اور عزم کہاں سے آئیگا لیکن ہاں اگر بیدانہ کے درخت کے نیچے جاؤ گے تو خواہ نخواہ ایک جوش اور تحریک پھل کھانے کے واسطے پیدا ہوگی اسیطرح پیران لوگوں نے جو ضعف اور ناتوانی خدا کو سامنے پایا تو رفتہ رفتہ **قبولیت دعا** اور تائیدی نشانوں سے انکار ہی کر دیا۔ یہی حال تمام بت پرست قوموں کا ہے

لیکن

قرآن کریم جیسی مجید اور حکیم کتاب نے جو خدا انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسکی صفات اور شان بزرگ کے تصور ہی سے انسان کی اُمید دراز ہو جاتی اور اسکی فطرت میں عبادت اور حمد کے لیے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ الحی القیوم ہے۔ یعنی استحقاق عبادت اسے ہی ہے محبت اسی سے لگانی چاہیے اس لیے کہ زندہ اور قائم بالذات وہی ہے۔

اگر میں اسکی تفسیر کروں تو کم از کم دو تین گھنٹے مطلوب ہوں اور خطبہ اس کا متحمل نہیں اسلیے میں بہت مختصر طور پر اسے بیان کرتا ہوں۔ سب سے اول یہ دیکھنا چاہیے کہ ان الفاظ میں کیسی فصاحت بلاغت سے خدا تعالے کی ہستی پر دلیل دی ہے۔ یہ کہکر کہ وہ حی بالذات اور قائم بالذات ہے اور کسی چیز میں بغیر اسکی یہ صفت پائی نہیں جاتی کہ بغیر کسی علت موجدہ کے آپ قائم ہو اور نظام عالم کے لیے علت موجبہ ہو سکے۔

پھر ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ایک ایک صفت کے تصور سے کیا کیا ارادے اور امنگیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور کیوں دل اس سے تعلق پکڑنے کو تڑپتا ہے۔ اس لیے کہ حقیقت میں انسان کی روح کا سچا مطلوب وہی ہے

مگر بدقسمتی ہے اس قوم کی جس نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ وہ مصلوب ہوا اور لعنتی ہوا۔ اور ایک کتاب پیش کرتی ہے اس خدا کو جسکی ابتدا حیض کے خون سے اور انتہا صلیب کی لعنت اور ہاویہ کی سزا پر ہوئی۔

میں بار بار اس اصول کو پیش کرتا ہوں کہ اس خدا کے ماننے والوں نے کیا پایا؟ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خدا پیش کیا اسکو مانکر لوگوں نے کیا پایا۔ نمونہ کے طور پر خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم ہی کو دیکھو جو آپ کے ساتھ ہوئی آپ نے قریش کے درمیان دعوی کیا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں ایسے وقت میں کہ کوئی شان و شوکت نہ تھی جمعیت اور جتھا نہ تھا بالمقابل قریش کے ساری قوم مخالف تھی۔ اور خطرناک مخالف اب خیال کر کے دیکھو کہ وہ کون سی قوت اور طاقت تھی جس کے سہارے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کہتے تھے کہ فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون۔

ان جانستان مصیبتوں میں اسی الحی القیوم خدا پر سہارا تھا جو ایسے زبردست دعوے اُن کے سامنے کیے گئے۔ اور پھر وہ سب کے سب پورے ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان چونکہ ایک مقتدر۔ قادر مطلق ہستی پر تھا یہ ایمان ہی ان کے اندر تمام قوی میں ایک حوصلہ اور تسلیم بھر دیتا تھا اور روح میں دعاؤں کے لیے ایک زبردست جوش پیدا ہوتا تھا اُس نے اپنی ساری دعاؤں کی قبولیت کا نمونہ دکھا دیا یہی وجہ ہے کہ آج جبکہ تمام قومیں اقرار کر چکی ہیں کہ خدا کے ساتھ سچے تعلقات کا نمونہ دکھانے والا ہمیں کوئی نہیں اور اس نمونہ کی وجہ سے خدا اس کے مکالمات۔ مکاشفات ملائکہ اور دعاؤں کی قبولیت کا انکار کیا گیا ہے خدا کی ہستی کے جتنے زبردست ثبوت تھے ان سے جب انکار ہوا تو غیور خدا نے

اسی طرح جیسے ایک وقت میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا کہ الحی القیوم خدا کا نمونہ دکھاوے اسی طرح اسوقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسیح موعود کرکے بھیجا۔ جس نے آکر اسی طرز پر خدا کی ہستی کا ثبوت دکھایا۔

میرے دوستو! اگر تمہارے پاس اور کوئی بھی ثبوت نہ ہو تو تم مشرق میں مغرب میں کہیں نکل جاؤ اور کسی گدی نشین کسی راہب یا پادری سے ملو اور پوچھو کہ کیا وہ آسمانی نشان دکھانے میں اسکا مقابلہ کرسکتا ہے؟ تمہیں صاف جواب ملیگا کہ ہرگز نہیں۔ پس جبکہ اسوقت مذاہب حشرات الارض کی طرح نکلے ہیں اور ہر ایک ان میں سے اپنے آپ کو سچا اور خدا کا قائم کردہ مذہب بتاتا ہے پھر یہ کیا اندھیر ہے کہ ان میں خدا کی تائید کے نشان نہیں اور صرف اسی کی پاس ہیں میرے دوستو! یہی دلیل تو اسکے صدق پر کافی ہے

پس تم سجدات شکر بجا لاؤ۔ کہ اسنے تمہیں توفیق دی کہ خدا کی ہستی یا الحی القیوم خدا کی ہستی پر اطلاع پانیکے لیے زندگی کی روح رکھنے والے امام کو شناخت کیا اور اسی میں ہوکر زندہ خدا کو پہچانا جسکو مان کر تمہاری امیدوں کا میدان وسیع ہوا۔ تمہیں قبولیت دعا کا پتہ لگا اور خدا کی قدرتیں تم پر آشکار ہوئیں۔

خدا ایسا کرے کہ ہم نے اس کی برگزیدہ امام کے ساتھ جو سچا تعلق پیدا کیا ہے اس اخلاص اور ایمان میں ہم دن بدن ترقی کریں ہمارا مرنا جینا اور قیامت کو اٹھنا اسی کے ساتھ ہو۔

ہمارے چال چلن میں ایک درخشاں تبدیلی ہو۔ ہم دنیا کے لیے ایک برگزیدہ نمونہ ٹھیریں۔ اور خدا کی ہستی پر صادق گواہ ہوں۔

آمین

خطبہ عید الفطر

جسے حضرت مولانا و مخدومنا مولوی **نور الدین** صاحب حکیم الامت نے پڑھا اور ناظرین الحکم کے لیے ایڈیٹر نے بعد اصلاح و نظر ثانی مولانا موصوف شائع کیا۔ **ایڈیٹر**

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ

سورہ مومنون رکوع ۲

یہ آیتیں جو مینے تمکو سنائی ہیں یہ اس شخص کا قصہ ہے جو دنیا میں اصلاح الناس کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اسکا نام **نوح** ہے علیہ الصلوٰۃ و السلام وہ ایک پہلا انسان ہے جو لوگوں کو آگاہ اور بیدار کرنے کے واسطے غفلت کے زمانہ میں آیا تھا۔ وہ ایک خطرناک ظلمت اور تاریکی کے دنوں میں **نور** اور **ہدایۃ** لے کر آیا تھا + یہ استوریاں کہانیاں اور دل خوش کن قصے نہیں بلکہ

عبرۃ لاولوا الابصار

صداقتیں ہیں ان اہل نظر کے لیے جنمیں تذکر کا مادہ ہوتا ہے جو فہم و فراست سے حصہ رکھتے ہیں ان قصص میں بڑے بڑے مفید اور سود مند نصایح ہوتے ہیں میں نے بجائے خود ان قصص سے بہت بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ ان میں یہ عظیم الشان قصہ قابل غور ہے۔ اس کے کتنے وجوہ ہیں

اوّل کسی مامور من اللہ کو کیونکر شناخت کر سکتے ہیں؟۔

دوم مامور من اللہ کیا پیش کرتے ہیں یا یوں کہو کہ وہ کیا تعلیم لیکر آتے ہیں یا یہ کہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور سے کس غرض کے لیئے مامور ہوکر آتے ہیں۔

سوم لوگ انپر کس کس قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔؟

یہ امور اس لیے پیش کیے ہیں تا کسی راستباز مامور من اللہ کی شناخت میں تمھیں کبھی کوئی دقت نہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ ہادی کامل **محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم** نے اپنی رسالت اور نبوۃ کو پیش کرتے ہوئے یہی فرمایا اور یہی آپکو ارشاد ہوا

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا ہوں۔ جو رسول پہلے آتے رہے ہیں انکے حالات اور تذکرے تمھارے پاس ہیں ان پر غور کرو اور سبق سیکھو کہ وہ کیا لائے اور لوگوں نے ان پر کیا اعتراض کیے کیا باتیں تھیں جنپر عملدرآمد کرنے کی وہ تاکید فرماتے تھے اور کیا امور تھے جنسے نفرت دلاتے تھے + پھر اگر مجھمیں کوئی نئی چیز نہیں ہے تو اعتراض کیوں ہے؟ کیا تمھیں معلوم نہیں؟ ان کے معترضوں کا انجام کیا ہوا تھا؟

الغرض پہلے نبیوں کے جو قصص اللہ تعالےٰ نے بیان کیے ہیں انمیں ایک عظیم الشان غرض یہ بھی ہے کہ آیندہ زمانہ میں آنیوالے ماموروں اور راستبازوں کی شناخت میں دقت نہوا کرے + اس وقت مینے نوح علیہ السلام کا قصہ آپ کو پڑھ کر سنایا ہے سب سے پہلی بات جو اس میں بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کا اصل وعظ اور انکی تعلیم کا اصل مغز اور خلاصہ کیا ہوتا ہے وہ خدا کے ہاں سے کیا لیکر آتے ہیں اور کیا منوایا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے

ان اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ افلا تتقون۔ اللہ جلشانہٗ کی سچی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اسکی اطاعت کرو۔ اس کی محبت کرو۔ اس کے آگے تذلل کرو۔ اسی کی عبادت ہو۔ اور اللہ کے مقابل میں کوئی غیر تمہارا مطاع محبوب معبود مطلوب امید وبیم کا مرجع نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کے مقابل تمہارے لیے کوئی دوسرا اِلٰہ نہو۔ ایسا

نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں ایکطرف بلاتا ہو اور کوئی اور چیز خواہ وہ تمہارے نفسانی ارادے اور جذبات ہوں یا قوم اور برادری (سوسائٹی) کے اصول اور دستور ہوں ۔ سلاطین ہوں امرا ہوں ۔ ضرورتیں ہوں غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابل میں تمہیں اثر انداز نہ ہوسکے پس اللہ کی اطاعت ۔ عبادت ۔ فرمانبرداری تذلل اور اسکی حسب کے سامنے کوئی اور شئے محبوب ۔ معبود مطلوب اور مطاع نہ ہو۔

یہ ایک صورت خدا تعالیٰ کے ساتھ ند نہ بنانے کی اعتقادی طور پر ہے دوسری صورت یہ ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ کا کوئی ند اور مقابل نہ ہو اسیطرح پر خدا تعالیٰ کی جسطرح پر عبادت کی جاتی ہے ۔ جسطرح اس کے احکام کی تعمیل اور اوامر کی تعظیم کی جاتی ہے دوسرے کے احکام و اوامر کی ویسی اطاعت و ویسی تعمیل و ویسی تعظیم اسی طرز و نہج پر امید و ڈر ہرگز نہ ہو ۔ اور کسیکو اسکا شریک بنایا جاوے۔

جب انسان ان دونوں مرحلوں کو طے کرلیتا ہے یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑتا اور اسکی اطاعت اور صرف اسی کی اطاعت کرتا ہے تو پھر اُسکا آخری مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان متقی ہو جاتا ہے ۔ تمام دکھوں سے محفوظ ہو کر سچی راحتوں سے بہرور ہوتا ہے + پس نوح علیہ السلام نے آکر اپنی قوم کے سامنے وہی تعلیم پیش کی جو تمام راستبازوں کی تعلیم کا خلاصہ اور انبیا اور رسل کی بعثت کی اصل غرض ہوتی ہے اور پھر انہیں کہا۔

افلا تتقون ۔

تم کیوں متقی نہیں بنتے ؟ یاد رکھو انسان کو جسقدر ضرورتیں پیش آسکتی ہیں جسقدر خواہشیں اور اُمنگیں اسے کسی طرف کھینچکر لے جاسکتی ہیں وہ سب تقوی سے حاصل ہوتی ہیں ۔ متقی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر انسان کسی دوست اور حبیب کی خواہش کرسکتا ہے تقوی سے انسان خدا تعالیٰ کی تولی کے نیچے آتا ہے ۔ متقی کے ساتھ اللہ ہوتا ہے متقی کے دشمن ہلاک ہوتے ہیں متقی کو اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے تعلیم دیتا ہے متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے اللہ تعالیٰ متقی کو ایسی راہوں اور جگہوں سے رزق پہونچاتا ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا ۔ جیسا کہ خود اُسکی حمید و مجید کتاب میں موجود ہے ۔

والله يحب المتقين ۔ والله ولي المتقين ۔ ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون ۔ ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا ۔ واتقوا الله ويعلمكم الله ۔ من يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب ۔

اب مجھے کوئی بتاوے کہ انسان اسکے سوا اور چاہتا کیا ہے ۔ اس کی تمام خواہشیں ۔ تمام ضرورتیں ۔ تمام اُمنگیں اور ارادے ان سات ہی باتوں میں آجاتی ہیں اور یہ سب متقی کو ملتی ہیں پھر نوح ہی کے الفاظ بلکہ خدا تعالیٰ ہی کے ارشاد کے موافق میں آج تمہیں بھی کہتا ہوں ۔

افلا تتقون

تم کیوں متقی نہیں بنتے ؟ اور کیا تقوی کیا ہے ؟ تقوی نام ہے اعتقادات صحیحہ ۔ اقوال صادقہ ۔ اعمال صالحہ ۔ علوم حقہ ۔ اخلاق فاضلہ ۔ ہمت بلند شجاعت استقلال عفت حلم قناعت صبر کا ۔ اور یہ شروع ہوتا ہے حسن ظن باللہ ۔ تواضع ۔ اور صادقوں کی صحبت سے اور ان کے پاس بیٹھنے ۔ انکی اطاعت سے جبکہ تقوی کی ضرورت ہے اور یہ حاصل ہوتا ہے صادقوں کی صحبت اور محبت سے اور حسن ظن باللہ سے تو راستبازوں اور ماموروں کا دنیا میں آنا ضرور ہوا ۔ اور انکی تعلیم اور بعثت کا منشا اور مدعا یہی ہوا اور یہی تعلیم لے کر نوح علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے قوم کو یہی فرمایا مگر نا عاقبت اندیش ۔ حیلہ باز ۔ حیلہ ساز مخالفوں نے اس کے جواب میں کیا کہا ؟

فقال الملأ الذين كفروا من قومه ما هذا الا بشر مثلكم ۔

نابکار اعدائے ملت اُمت الکفرنے کہا تو یہ کہا

ما هذا الا بشر مثلكم

کہ یہ شخص جو خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور ہونے کا مدعی ہے جو کہتا ہے کہ تمہیں ظلمت سے نکالنے کے لیے میں بھیجا گیا ہوں اس میں کوئی انوکھی اور نرالی بات تو ہے نہیں ہمارے تمہارے جیسا آدمی ہی تو ہے ۔

پس یاد رکھو سب سے پہلا اعتراض جو جو کسی مامور من اللہ راستباز صادق انبیا و رسل اور انکے سچے جانشین خلفا پر کیا جاتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ اسکو حقیر سمجھا جاتا ہے اور اپنی ہی ذات پر اسکو قیاس کرلیا جاتا ہے ایکطرف وہ اس کے بلند اور عظیم الشان دعاوی کو سنتے ہیں کہ وہ کہتا ہے میں خدا کیطرف سے آیا ہوں ۔ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اُس کے ملائکہ مجھ پر اُترتے ہیں ۔ دوسری طرف وہ دیکھتے ہیں کہ وہی ہاتھ پاؤں ۔ ناک ۔ کان ۔ آنکھ اعضا رکھتا ہے بشری حوائج اور ضرورتوں کا اسی طرح محتاج ہے جسطرح ہم ہیں ۔ اسی لیے وہ اپنے ابنائے جنس سمجھکر یہی کہتے ہیں يأكل مما تأكلون منه ويشرب مما تشربون پس اپنے جیسے انسان کی اطاعت و فرمانبرداری کرکے خسارہ اُٹھاؤگے ۔

غرض

اس قسم کے الفاظ اور قیاسات سے وہ ماموران اللہ کی تحقیر کرتے ہیں اور جو کچھ اپنے اندر رکھتے ہیں وہی کہتے ہیں ۔ مگر انبیاء مرسل مامور اور اصحاب شریعت کے سچے خلفا اور جانشین انھیں کیا جواب دیتے ہیں

ان نحن الا بشر مثلكم اور کہتے ہیں ولكن الله يمن على من يشاء من عباده ۔

بیشک ہم تمھاری طرح بشر ہیں تمھاری طرح

کھاتے پیتے اور حوائج بشری کے محتاج ہیں مگر یہ خدا کا احسان ہوا ہے کہ ہمیں اپنے مکالمات کا شرف بخشا ہے (اُس) نے ہمیں منتخب کیا ہے اور ہم میں ایک جذب مقناطیس رکھا ہے جس سے دوسرے کھچے چلے آتے ہیں۔ خدا کی توحید کا پانی جو آب حیات ابدی ہے وہ ہمارے ہاں سے ملتا ہے اور لوگ خوش ہوتے ہیں۔

مگر

بدکار انسان جس طرح اپنی بدیوں حالتوں شہوات و جذبات کا اسیر و پابند ہوتا ہے دوسروں کو بھی اسی پر قیاس کرتا ہے اور ایک نامرادی پر دوسری نامرادی لاتا ہے اور کہتے ہیں کہ

یرید ان یتفضل علیکم۔

یہ چاہتے ہیں کہ تم پر فضیلت حاصل کریں دکان چلجاوے۔ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے کچھ جمع کرلیں یہ انکی اپنی ہی ہوائے نفس ہوتی ہے جس میں دوسروں کو اسی طرح ملوث اور ناپاک خیال کرتے ہیں جیسے خود ہوتے ہیں۔

یہ خطرناک مرض ہے جسکو شریعت میں سوء ظن کہتے ہیں بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں اور ہزاروں قسم کی نکتہ چینیوں سے دوسروں کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اور ایسے حقیر بنانے کی فکر میں ہیں مگر یاد رکھو

فان عاقبتم الآیۃ

عقاب کے معنے جو پیچھے آتا ہے انسان بلاوجہ دوسرے کو بدنام کرتا ہے اور سوء ظنی سے کام لیکر اسکی تحقیر کرتا ہے اگر وہ شخص اس بدی میں مبتلا نہیں جس بدی کا سوء ظن والے نے اسے متہم ٹھہرایا ہے تو یہ یقینی بات ہے کہ سوء ظن کرنیوالا ہرگز نہیں مرے گا جب تک خود اُس بدی میں گرفتار نہ ہولے پھر بتاؤ کہ سوء ظن سے کوئی کیا فائدہ اُٹھا سکتا ہے؟

مت سمجھو کہ نمازیں پڑھتے ہو عجیب عجیب خوابیں تمکو آتی ہیں یا تمھیں الہام ہوتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سوء ظن مرض تمہارے ساتھ ہے تو یہ آیات تمپر حجت ہوکر تمہارے ابتلا کا موجب ہیں

اس لیے ہر وقت ڈرتے رہو اور اپنے اندر کا محاسبہ کرکے استغفار اور حفاظت الٰہی طلب کرو۔

میں پھر کہتا ہوں کہ آیات اللہ جن کے باعث کسیکو رفعت شان کا مرتبہ عطا ہوتا ہے اُنپر مخفیں اطلاع نہیں وہ الگ رتبہ رکھتی ہیں مگر وہ چیزیں جیسے خود رائی خود پسندی۔ خود غرضی۔ تحقیر۔ بدظنی اور خطرناک بدظنی پیدا ہوتی ہے وہ انسان کو ہلاک کرنیوالی ہیں۔ ایک ایسے انسان کا قصہ قرآن میں ہے جس نے آیات اللہ دیکھے مگر اُسکی نسبت ارشاد ہوتا ہے

ولو شئنا لرفعناہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض

اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث

بدگمانیوں سے اپنے آپکو بچاؤ۔ ورنہ نہایت ہی خطرناک جھوٹ میں مبتلا ہوکر قرب الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے۔ یاد رکھو حسن ظن والے کو کبھی نقصان نہیں پہونچتا مگر بدظنی کرنے والا ہمیشہ خسارہ میں رہتا ہے۔

غرض

پہلا مرحلہ جو انبیا علیہم السلام کے مخالفوں اور اُن کی ذریت اور ذوایونکو پیش آیا وہ یہی تھا کہ اپنے آپ پر قیاس کیا۔ پھر یہ بدظنی کی کہ

یرید ان یتفضل علیکم

تم پر فضیلت چاہتا ہے۔ پس اس پہلی اینٹ پر دوسری رکھی جاتی ہے جو دیوار اُسپر بنائی جاوے خواہ وہ کتنی ہی لمبی اور اونچی ہو مگر کبھی مستقیم نہیں ہو سکتی وہ آخر گرے گی اور نیچے کے نقطہ پر پہونچے گی۔ سوء ظن کرنیوالا نہ صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے بلکہ اسکا اثر اُس کی اولاد پر اعقاب پر ہوتا ہے اور وہ انپر مصیبت کے پہاڑ گراتا ہے جنکے نیچے ہمیشہ راستبازوں کے مخالفوں کا سر کچلا گیا ہے۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ یہ سوء ظن خطرناک بلا ہے جو اپنے غلط قیاس سے شروع ہوتا ہے پھر غلط نتائج نکالکر قوانین کلیہ تجویز کرتا ہے اور اسپر غلط ثمرات مترتب ہوتے ہیں اور آخر قوم نوح علیہ السلام کی طرح ہلاک ہو جاتا ہے۔

پھر اس سوء ظن سے تیسرا خیال اور غلط نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ

لو شاء اللہ لانزل ملائکۃ

اگر اسکو قرب الٰہی حاصل تھا اگر یہ واقعی خدا کیطرف سے آیا تھا تو پھر کیوں خدا نے ملائکہ کو نہ بھیجدیا۔ جو مخالف کے دلوں کو کھینچکر اسکی طرف متوجہ کر دیتے اور انکو بھی مکالمات الٰہیہ سے مشرف کرکے یقین دلا دیتے اسوقت بھی بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں میں اس نتیجہ پر اُن خطوط کو پڑھ کر پہونچا ہوں جو کثرت سے میرے پاس آتے ہیں جنمیں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے ہم نے بہت دعائیں کیں توجہ کی۔ اور کوئی ایسا رویا یا مکالمہ نہیں ہوا۔ پس ہم کیونکر جانیں کہ فلاں شخص اپنے اس دعوے الہام میں سچا ہے؟ یہ ایک خطرناک غلطی ہے جسمیں دنیا کا ایک بڑا حصہ ہمیشہ مبتلا رہا ہے حالانکہ انھوں نے کبھی بھی اپنے اعمال اور افعال پر نگاہ نہیں کی اور کبھی موازنہ نہیں کیا کہ قرب الٰہی کے کیا وسائل ہیں اور ان کے اختیار کرنے میں کہاں تک سچی محنت اور کوشش سے کام لیا ہے

وہ کہتے ہیں کہ اگر مشیت حق میں یہ بات ہوتی تو وہ ملائکہ بھیجتا۔ یہ مثال اُن لوگوں کیطرح ہے جیسے کوئی چھوٹا سا زمیندار جس کے پاس دو چار گھماؤں اراضی ہو اُسکو نمبردار کہے کہ محاصل ادا کرو۔ اور وہ کہدے کہ تو میرے جیسا ہی ایک زمیندار ہے تجھکو مجھپر کیا فضیلت ہے صرف اپنی عظمت اور شیخی جتانیکو محاصل مانگتا ہے اور ہمارا روپیہ مارنا چاہتا ہے اگر کوئی بادشاہ ہوتا تو وہ خود آکر لیتا۔ وہ آپ کیوں نہیں آیا مگر

لقد استکبروا فی انفسہم و عتوا عتوا کبیرا (باقی آئندہ)

الحکم سے بہترین تحفہ احباب کے لئے کیا ہو سکتا ہے؟

ایڈیٹوریل

اس عنوان کے تحت مین آئندہ باقاعدہ وہ مضامین درج ہونگے۔ جو ایڈیٹر کے اپنے قلم سے نکلے ہوئے ہونگے۔ لیکن چونکہ کئی اہم اور ضروری مضمون درپیش ہین جن مین سے بعض تو اسی اشاعت سے شروع کئے جاتے ہین اور بعض کسی اگلی اشاعت سے اور وہ بہت لمبے مضامین ہین اس لئے ہم چاہتے ہین کہ حصہ رسدی کے طور پر ہر ایک مضمون شروع کر دیا جاوے پس ناظرین باقی آئندہ کی قید سے نہ گبہرائین۔ ایڈیٹر

یادِ رفتگان

معمول کے موافق اخباری دنیا مین سال گذشتہ کے واقعات پر اجمالی یا تفصیلی ریویو لکہا جا رہا ہے اور سب کے سب بالاتفاق سنہ ۱۹۰۱ء منحوس سال کہتے ہین۔ مگر ہم یہہ کہتے ہین کہ ہر ایک سال درحقیقت انسان کے اپنے اعمال کا ایک اثر اور نتیجہ ہوتا ہے سو افراد اور مجموعی اپنی جگہ فکر کرین کہ آسمان کی طرف وہ کس قسم کے اعمال اوپر چڑہاتے لگے ہین اسلئے کہ وہی سعادت اور شقاوت اور نحوست کی شکل مین پھر ایک نظر ہمین اخبارات مین یہ جملہ پڑہ کر افسوس ہوتا ہے کہ یہ سال منحوس تہا حالانکہ ہم یقیناً جانتے ہین وہ اندوہناک واقعات جو اس مین ہوئے حقیقت مین انسان کے لئے بیدار کن ملائکہ اور دنیا کی بے ثباتی کے عبرت بخش سین دکہا کر خشیت الٰہی کو پیدا کرنے والے الارم تہے۔ جنہین ہم نے بالکل سرسری اور اوپری نگاہ سے دیکہا اور ان سے کچہہ بہی سبق حاصل نہ کیا۔ ورنہ اگر ان عظیم الشان انسانون کے خاک مین ملجانے اور مختلف قسم کے کشت و خون یا ہیبت ناک بیماریون سے ہمنے کوئی سبق حاصل کیا تہا اور دنیا کی بے ثباتی اور مکافات عمل کے حق ہونے اور خدائے برتر و مقتدر کی ہستی اور بقا پر کوئی ٹہوکر ہمارے دل پر لگتی تہی اور اس نے دل پر حیرت انگیز اثر ڈال کر اس کو نیکیون کی طرف متوجہ کیا تہا تو گو وہ واقعات اپنی نوعیت مین کیسے ہی اندوہناک ہون۔ لیکن جب کسی دل کو نیکی کیطرف متوجہ کر سکین۔ اور خشیت الٰہی پیدا ہونے کے موجب ہون۔ کم از کم اس شخص واحد کی ذات کے لئے وہ مبارک ضرور ہو جاتے ہین۔

مگر

جب ہم اخبارات مین گذشتہ سال کی نحوست پر بڑے بڑے آرٹیکل پڑہتے ہین تو حقیقت مین ہمین سخت رنج ہوتا ہے۔ کہ انسان ایسا بے خود اور رفتہ ہو رہا ہے اور اس کا دل کچہہ ایسا سُن اور خاموش ہے کہ کوئی بیدار کرنے والی تحریک اس کے لئے موثر نہین ہوتی۔

لیکن

ہان اس وارفتگی کے عالم پر ایک غائر نگاہ کرنے کے بعد اور ملک اور قوم کی یہ بےخودی اور خود فراموشی دیکہکر اور ان واقعات اور بلاؤن پر غور کر کے جو سال گذشتہ کو منحوس کہلانے کا موجب ہوئی ہین۔ ہم اس پاک ارشاد کی صداقت کو ضرور پاتے ہین جو خدا کی حکیم و مجید کتاب مین یون درج ہے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا یعنی عذاب الٰہی نازل نہین ہوتا جب تک کسی رسول کی بعثت نہ ہووے۔

اب

اگر اخبار نویسون کا یہہ کہنا سچ ہے (اور ضرور سچ ہے) کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے واقعات سخت اندوہناک ہین اور وبلائین جو طاعون وغیرہ کی اس سال مین نازل ہوئین۔ اور وہ کشت و خون جو دنیا کے مختلف حصون مین خونخوار جنگوں کی صورت مین ہوئے عذاب الٰہی سے کم نہین تو پہر ہم کہتے ہین کیون وہ ان مصائب اور تکالیف کے اسباب پر غور کرنے کے لئے اپنی نظر بلند نہین کرتے؟

اگر مادہ پرستی اور نیچری ازم نے بلند نظری اور غور کن طبیعت کو سرد کر دیا ہے تو پہر ہم کہتے ہین کہ یہ حد سے بڑہی ہوئی بیماری جو بیماری کو تندرستی بتاتی ہے۔ کیون بجائے خود اس امر کی دلیل اور ضرورت حقہ نہین ہو سکتی۔ کہ

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

ملک کی حالت پر نوحہ خوانی کرنیوالے مدبرون اور ریفارمرون سے کوئی پوچہے کہ جس حال مین باوجود علوم و فنون کی روز افزون ترقیون کے ملک کی اخلاقی تمدنی اور معاشرتی اور مجلسی حالت گری جاتی ہے فسق و فجور فریب و دغا۔ غداری و بے ایمانی کا سیلاب اپنے حدود سے نکل گیا ہے اور انکی تدبیرون مین کوئی نمایان ترقی اور کامیابی نظر نہین آتی تو کیون وہ اس فکر مین نہین ہوتے کہ ان مفاسد کا علاج ان کے پاس نہین اور یہ مصائب بجائے خود اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ ان کا کوئی نہ کوئی **صادق معالج** ضرور ہونا چاہیے۔

عام لوگون کو چہوڑ کر ہم اپنی قوم کے دانشمندون اور بزرگون کو مخاطب کرتے ہین اور ان سے پوچہتے ہین۔ کہ ان کا مختلف سوسائٹیان اور مجلسین قائم کرنا بجائے خود اس امر کی دلیل ہے کہ مسلمانون کی نازک حالت ہے اور اصلاح کی زبردست ضرورت ہے ان سوسائٹیون کے مختلف اغراض مثلاً مسلمانون کے دین و مذہب کی حمایت۔ مخالفین مذہب کے اعتراضون کا جواب۔ یتامی اور بیوگان کی حفاظت غیر مذہب والون سے مسلمانون کی پولیٹکل حقوق کی حفاظت۔ انکی تعلیمی حالت کی اصلاح ان کے افلاس و ضعف پر غور وغیرہ وغیرہ اغراض و مقاصد صاف بتا رہے ہین۔ کہ مسلمان ہر پہلو سے گرے ہوئے ہین اور انکی **مجموعی حالت** بشتابید نصرت ما

کی فریاد کر رہی ہے +

ان سب امور کو اب جمع کر لو اور پہر بتاؤ کہ کیا تمہاری نظر ہی قرآن مجید پر نہین پڑتی جو پکار پکار کر کہتا ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون واقعات باساء اور ضراء کی شہادت دے رہی ہین عذاب الٰہی کی مختلف صورتین نمودار ہو چکی ہین۔ مگر افسوس کہ ان اسباب پر نظر نہین جو اس کا موجب ہوئے ہین۔

ہم اس مضمون کو کسیقدر بسط سے لکہنا چاہتے تہے اگر ہمین یہ خیال نہ ہوتا کہ گنجایش کم ہے

غرض

یہہ بلائین یہہ مصیبتین یہہ اندوہ ناک موتین یہہ جنگ و جدال جو سنہ ۱۹۰۱ء کو منحوس کہواتے ہین

اے دانشمندو!

تمہارے لئے **نشانِ میل** ہین اور کسی آنیوالے کا پتہ دیتی ہین اور ہماری ہی بداعمالیون کی پاداش کے نتائج ہین۔

مختصر یہ کہ یہہ واقعات کسی آنیوالے کا پتہ دیتے ہین اور خدا کا شکر ہے کہ ہم نے محض اسی

کے فضل سے اس آنیوالے کو پایا اور شناخت کیا اور جہاں ہمیں یہہ واقعات یہہ مصائب و مشکلات ڈرانے ہیں وہاں ثم بدلنا مکان السیئة الحسنة کی خوشگوار آواز روح کو مسرت بخشتی ہے بہرحال ایک مامور من اللہ ہم میں موجود ہے۔ اس کی صداقت و شناخت کے منجملہ بہت سے اسباب اور علامات کے ایک یہہ بھی ہے کہ اس کا قدم پہلے سے بڑھ کر اٹھتا ہے اور وہ ہر آن ایک نئی ترقی پاتا ہے وہ جلد جلد بڑھتا ہے اور ہر قدم پر اسے آواز آتی ہے۔ وللآخرة خیر لک من الاولیٰ۔ بس ہم چاہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جو ترقیاں کی ہیں ان پر ایک اجمالی نظر کریں۔ اور کوتہ اندیش مخالفوں کو دکھائیں کہ کیا کبھی مفتری اور کاذب بھی اس قسم کی کامیابیاں حاصل کیا کرتا ہے؟

ان سب امور کو جدا جدا دکھانے کے واسطے مختلف عنوانوں کے تحت میں ان کامیابیوں کو دکھائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز

حضرت اقدس کی صحت حضرتنا حجة اللہ علی الارض مسیح موعود کی صحت بفضلہ تعالیٰ تمام گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں بہت اعلیٰ درجہ کی رہی۔ گو عام نظر میں یہ ایک معمولی بات ہو۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کا مدعی ہو اور وہ حقیقت میں مامور نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کاروبار کو روک دیتا ہے بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جنکو اس حال میں زکام تک نہ ہوا ہو اور اس لحاظ سے وہ بہت کچھ ناز کریں مگر حضرت اقدس کی صحت کو ہم اسلیے خاص لحاظ سے سمجھتے ہیں کہ آپکی صحت آپ کے کاروبار میں رکاوٹ کا پیدا نہ ہونا آپکی سچائی اور صداقت کی دلیل ہے بمقابلہ مفتری علی اللہ کے۔

حضرت اقدس کی صحت نسبتاً پہلے سالوں کے مقابلہ میں بہت اچھی رہی ہے اگرچہ بعض اوقات ان عوارض کے جو آپ کو ہمیشہ سے لاحق ہیں حملے بھی ہوئے مگر خدا کا کسقدر احسان ہے کہ ان بیماریوں میں بھی آپ کا قلم ایک منٹ کیلیے نہیں رکا۔ ہم دکھائیں گے کہ اعجازی تفسیر انہیں ایام کا نتیجہ ہے۔

گویا صحت کو نسبتاً عمدہ رکھکر مولیٰ کریم نے یہ دکھایا ہے کہ مفتری نہیں اور بیماریوں کے حملوں میں اعجازی تالیفات سے ثابت کیا کہ خدا کی تائید اسکے شامل حال ہے

یوں تو ہر نیا دن ایک نیا تائیدی نشان نشان لے کر آتا ہے۔ ہر روز کی ڈاک میں آنے والے خطوط۔ منی آرڈر۔ پارسل۔ بذریعہ ریل آنے والے تحائف۔ اور ہر روز آنیوالے مہمان جو دور دراز ملک کے حصوں سے آتے ہیں

یاتیک من کل فج عمیق اور یاتون من کل فج عمیق کی پیشگوئی کو ہر روز نئی شان اور نئے رنگ میں پورا کرتے ہیں مگر اس کے علاوہ شروع سال ہی سے تائیدی نشانوں کا ظہور شروع ہوا۔ چنانچہ پہلا نشان۔

اعجاز المسیح ہے

(باقی آئندہ)

امتحان۔ امتحان!!! امتحان!!!

حضرت اقدس کے ارشاد عالی کی تعمیل کے لیے عام اعلان کیا جاتا ہے کہ عید اضحیٰ کی تقریب پر حضرت اقدس اپنی جماعت کا امتحان لیں گے + جیسا کہ پہلے بھی ناظرین کو معلوم ہے۔ اسلیے ہر ایک صاحب کا فرض ہے کہ وہ اپنا نام بغرض شمولیت امتحان خاکسار ایڈیٹر الحکم کے پاس بھیجدے تاکہ فہرست امیدواران کی مرتب ہو جاوے انہیں تساہل سے کام نہ لیا جاوے

ضروری اعلان

حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے واعظ مقرر ہوئے ہیں اور اسکا انتظام جناب میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے سپرد ہوا ہے اس لیے جن احباب کے پاس میر صاحب موصوف کے خطوط پہونچیں وہ بہت جلد انکا جواب دیں

سوال

کیا آپنے الحکم کی توسیع اشاعت کے خیال کو بھلا دیا ہے؟

مسیح موعود
برٹش گورنمنٹ اور ہمارے مخالف مسلمان

نمبر اول

ہم نے ہمیشہ سے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا ہے کہ الحکم کے کالم حتی الوسع پولیٹیکل مضامین کی پیچیدگیوں سے الگ رکھے جائیں اور اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ احمدی قوم اور اس کا مقدس بانی عرفی پولیٹیکل پیچیدگیوں سے بالکل الگ تھلگ رہنا چاہتا ہے اور ہر شخص آئے روز پولیٹیکل معاملات اس کے اغراض و مقاصد سے بالکل دور اور یکطرف ہیں۔ اسکی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ دنیا میں خدا تعالےٰ پر ایسا یقین اور ایمان پیدا ہو جاوے جو گناہ کے کیڑوں کو ہلاک کر دے اور پھر تمام غل و غش سینوں سے نکال کر دنیا میں امن اور بہشت کی زندگی پھیل جاوے یعنی جس شخص کی بعثت کی اصل غرض یہ ہو جو اخلاق انسانی کی اصلاح اور تکمیل کے لیے آیا ہو اس کو یا اس کی قوم کو پولیٹیکل معاملات سے کیا تعلق اور کیا غرض!!! یہ ایک زبردست وجہ ہے جس نے ہمکو پولیٹیکل مضامین پر طبع آزمائیاں کرنے سے ہمیشہ روکا اور ہم نے ہمیشہ ایسے مضامین شائع کیے ہیں جو انسان کی اخلاقی اور روحانی بہتری اور بھلائی پر مشتمل ہوں اور یہی الحکم کا موضوع بھی ہے

لیکن

وہ امن اور صلحکاری جو مسیح موعود دنیا میں پھیلانا چاہتا ہے اسکا تعلق چونکہ ایک پہلو سے سلطنت کے ساتھ بھی ہے اسلیے اس نے اپنی تعلیم میں یہ امر داخل کر لیا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی سچی اطاعت کیجاوے اور پوری وفاداری کے ساتھ اسکے احکام کی تعمیل کیجاوے۔ اس سلسلہ کو اگر پولیٹیکل معاملات سے تعلق ہے تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ رعایا کے تعلقات کو سلطنت کے ساتھ زیادہ مضبوط اور مستحکم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے لیے بہترین طریق ہدایت

سے ہے پس وہ مذہبی ہی کی حیثیت میں ان تعلقات کو قائم کرتا ہے۔ اور اس قدر پولیٹیکل تعلقات کو بھی پولیٹیکل حیثیت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ اس سچے مذہب نے اسپر فرض کیا ہے کہ حکومت کی اطاعت کی جاوے گویا یہ بھی مذہب ہی کے رنگ میں ہے۔

غرض

یہ تعلقات اس قوم کو جو احمدی کہلاتی ہے اور اس کے مقدس بانی کو جو مرزا غلام احمد یا مسیح موعود یا مہدی مسعود کے نام سے اس وقت مشہور ہے پولیٹیکل معاملات سے ہیں اسلیے انکو قائم رکھنے اور انکی حفاظت کرنے کے واسطے جیسے اسکے مقدس بانی نے کوئی موقع تحریر یا تقریر کا جانے نہیں دیا ایسے ہی احمدی قوم کے خدمتگذار الحکم نے حتی الوسع اسپہلو پر حسب ضرورت بحث کی ہے

لیکن

اسوقت ہم ایک سلسلہ مضامین میں اس امر پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور اس مضمون میں ہم مرزا صاحب کے دعاوی کے پولیٹیکل اثر پر مفصل لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اسکی ضرورت ہمیں اس لیے پیش آئی ہے کہ بعض لوگ کچھہ تو ناواقفیت اور جہالت سے اور کچھہ شرارت اور بدنیتی سے ان دعاوی کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور قسم قسم کی افتراپردازیوں سے کام لیتے ہیں + اور جنکے ہاتھہ میں قلم ہے انھوں نے اپنی آتشیں تحریروں کو اسی مقصد کے لیے رکھا ہوا ہے۔ اس لیے ہمیں ضرورت پڑی کہ کیوں اسپر مفصل آرٹکل نہ لکھے جاویں اور ان غلط فہمیوں اور افتراپردازیوں سے بنائے ہوئے بت کو نہ توڑا جاوے جنکے قائم رہنے کی صورت میں بہت سی نقصانات پیدا ہونے کا احتمال ہے

ہم اس امر کا پہلے سے عذر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہمارے اس سلسلہ مضامین میں ہمیں مخالف مسلمانوں کے بعض غلط اور بیہودہ عقائد پر جو اسی مضمون کے ساتھہ تعلق رکھتے ہیں لکھنا پڑیگا۔ اسی لیے ہم پہلے سے کہہ دیتے ہیں کہ ہماری غرض یہ نہیں ہوگی کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلکر گورنمنٹ سے انکو بدظن کرنے کے لیے ایسا لکھیں گے بلکہ ہماری غرض ان بیہودہ خیالات کی اصلاح ہوگی جنکو رکھتے ہوئے اسلام پر بھی حملے ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ خیالات ہیں جنکو پڑھ کر بعض ناتجربہ کار انگریزوں کو اپنی تصنیفات میں یہ رائے پولیٹیکل حیثیت سے ظاہر کرنی پڑی ہے جسکو ہم ہمیشہ نہایت ہی ناگوار اور کریہ الفاظ میں سنتے ہیں کہ مسلمان غیر اسلامی حکومت کو پسند نہیں کرتے اور رعایا کی طرح سچے وفادار نہیں۔ اگرچہ عملی طور پر مسلمانوں نے کبھی اس خیال کو ظاہر نہ کیا ہو + لیکن ایسا کسیکو کلام نہیں کہ یہ عام بدظنی بعض حلقوں میں مسلمانوں کے ساتھہ ان کے عقائد کا غلط مفہوم سمجھکر کی ہی جاتی رہی ہے۔

اور ہم یہ بھی بلند آواز سے کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ خود مسلمانوں کا اپنا قصور ہے کہ انھوں نے اسکی اصلاح نہیں کی۔ اور ان غلط بیانیوں اور غلط خیالات کو جو خدا تعالے کی سچی تعلیم کے مفہوم سے بالکل دور اور الگ تھے دور کرنے کی کوشش نہیں کی اور سچ تو یہ ہے کہ یہ کسی مولوی ملا یا گوشہ نشین صوفی کا کام نہ تھا کہ وہ ان غلط بیانیوں کی حقیقت کو کھولکر رکھدیتا جو فیج اعوج کے زمانہ میں پیدا ہو چکی تھیں بلکہ اس زمانہ تک تو ہر کہ آمد بران مزید کرد ہی کا مصداق ہوتا رہا ہے اور مسلمانوں کو اس اصل مرکز کی طرف آنے کا موقع نہ ملا جو خدا نے قائم کیا تھا

لیکن

اب جو خدا تعالے نے ایک آسمانی سلسلہ قائم کیا اور جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام کو مبعوث کیا اور اُس نے آکر ان بیہودہ اور غلط خیالات کی اصلاح کے لیے قلم اُٹھایا تو مسلمان اپنے خواب سے چونک پڑے اور اپنے خیرخواہ اور حقیقی ہمدردہی سے بگڑ بیٹھے اور پھر اسکی مخالفت میں حد سے تجاوز کر گذرے حضرت مرزا صاحب کی بعثت چونکہ مسلمانوں کی بھلائی اور بہتری کے لیے تھی۔ اور اسلام کی سچائی اور جلال کے اظہار کے لیے انھوں نے جہاں ایک طرف ان الزاموں اور اعتراضوں کو دور کیا جو نادان پادریوں۔ آریوں۔ برہموؤں یا دوسرے مذہب والوں نے اسلام پر کیے تھے وہاں انہوں نے اس امر کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا ہے کہ اسلام اور اس کے ماننے والوں کو ان انگریز مصنفوں کے اعتراضوں اور بدظنیوں سے پاک کریں جو انھوں نے مسلمانوں کے تعلقات گورنمنٹ انگلشیہ پر کیے ہیں اور جنہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو بدظن کر دیا ہم جانتے ہیں کہ ممکن ہے گورنمنٹ پر ان الزاموں کا کبھی کچھہ اثر نہ ہوا ہو۔ یا مسلمانوں نے اس مضرت کو محسوس نہ کیا ہو جو ایسی تحریروں سے پیدا ہو سکتی ہے + مگر حضرت مامور نے کبھی پسند نہیں کیا کہ اسلام کے چہرہ پر کوئی بدنما داغ رہنے دیا جاوے۔

اسی بنا پر انہوں نے اس پولیٹیکل معاملہ پر بھی قلم اُٹھایا ہے + ہم یہ دکھائیں گے کہ حضرت موعود کی غرض اس معاملہ پر قلم اٹھانے سے صرف یہ تھی کہ یہ ثابت کر کے دکھایا جاوے کہ ایک مسلمان جسقدر الفت اور محبت اپنے مذہب کے ساتھہ رکھتا ہے اور جس سرگرمی اور جوش سے اپنے مذہب کی حفاظت وہ کرتا ہے اسی قدر پیار اور محبت اسکو اس گورنمنٹ کے ساتھہ ہوتا ہے جسکے عہد حکومت میں اسکا پیارا مذہب محفوظ اور مامون ہے اور یہ محبت اور پیار ایک فرض مذہبی کے رنگ میں ہوتا ہے جسکی پابندی اس کے لیے اسی طرح لازم ہے جیسے صوم و صلوۃ اور دیگر احکام الہیہ کی۔

یہ نمونہ ہم علانیہ کہتے ہیں اور بڑے زور اور دعوی سے کہتے ہیں کہ بجز حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے وجود اور آپ کی جماعت کے دوسری جگہ ہرگز نظر نہ آئے گا

غرض

مسلمانوں کی اسی کمزوری اور اصل عقائد کو چھوڑ کر بیہودہ اور خود تراشیدہ خیالات کے تتبع نے نادافقوں کو موقع دیا کہ وہ مسلمانوں سے عام طور پر بدظن ہوں اس بدظنی کے دور کرنے کیلیے اگرچہ بعض لوگوں نے اپنے طور پر کسی حد تک کوشش کی اور گو انکی کوشش کسی حد تک نتیجہ خیز بھی ہوئی ہو مگر ہم اس کوشش کو کوئی وقعت نہیں دے سکتے اس لیے کہ ان لوگوں نے اپنی کوشش کا پہلو اسلام سے الگ ہو کر اختیار کیا۔ اور یوں گویا دوسرے معنوں میں یہ قبول کر لیا کہ اگر اسلام میں یہ مسائل اور معتقدات ہوں تو حقیقت میں خطرناک ہیں۔ اس لیے ایک سچے مسلمان کی نظر میں ایسی مساعی جو عارضی موثر ہوں قابل وقعت نہیں ہوسکتی ہیں + حقیقی اثر

اندازہ جو کوشش ہو سکتی تھی اور ہوتی ہے اور ہوگی وہ اسی پہلو پر ہوگی جو ہمارے سید و مولا جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کے آنے سے ظاہر ہوا ہے۔

چونکہ یہ مضمون بجائے خود ایک تفصیل طلب ہے اس لیے ہم نے یہاں تک مختصر طور پر یہ بیان کرنا ضروری سمجھا کہ کیونکر مسلمانوں پر بدظنیاں کی گئیں ہیں اور ان کے رفع کرنے کا مسلمانوں نے کیا پہلو اختیار کیا اور حضرت اقدس مرزا صاحب نے کیا کرنا چاہا۔ اب ہم آگے چلتے ہیں

جب یہ حالت تھی تو خدا تعالیٰ کے ایما اور الہام سے حضرت مرزا صاحب ۱۸۸۴ء کے قریب قریب مسلمانوں کی دینی بھلائی کیلیے مبعوث ہوئے۔ اور دنیا کا جہاں تک تعلق دین سے تھا اسکی اصلاح بھی آپکی بعثت کی غرض قرار پائی۔ آپ کے اس دعوی الہام و تجدید کو سنکر دو گروہ ہو گئے۔ ایک تو علما کا گروہ دوسرے دنیا داروں کا گروہ جنہوں نے ان مسائل و معتقدات سے الگ رہ کر جو ناواقف انگریز مصنفوں کی تحریر انکی باعث موجب بدظنی تھی مسلمانوں کی دنیوی فلاح کا ٹھیکہ اٹھا لیا تھا۔ اول الذکر گروہ تو اس لیے مخالف ہوا کہ وہ مذہبی حیثیت سے مغلوب تھے اور انہیں کسی ایک کو بھی قوت و مقدرت نہ تھی کہ مرزا صاحب کے سامنے میدان میں آتے + اور خود چونکہ وہ ان صفات حسنہ سے موصوف نہ تھے جو مرزا صاحب میں پائی جاتی تھیں اس لیے انہوں نے اپنی دکانوں کی بے رونقی اور اپنی سرد بازاری کو دیکھکر مخالفت شروع کر دی +

آخر الذکر لوگوں نے اپنی مخالفت کو گو عام تو نہیں کیا مگر انہوں نے انشراح اور خوشی کے ساتھ اس عہد کے مفخر کردہ ریفارمر کو خیر مقدم بھی نہ کہا بلکہ جب کبھی انکی مجلسوں میں ذکر آیا تو انہوں نے نہ صرف ہنسی اور مذاق میں ہی اڑانا چاہا بلکہ اپنی خیالی ریفارم اور ریفارمیشن کے اسکے خلاف پایا اور اپنی کمزور اور دھندلی راؤں سے اپنے طبقوں میں کہنا شروع کیا کہ اس قسم کے دعووں سے مسلمانان ہند کی پولیٹیکل ترقیوں میں بعض رکاوٹیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

غرض اس قسم کی مخالفت اور غلط فہمیوں نے جو جہلا اور سفہا کے طبقہ سے نکل کر بخیال خویش ریفارمروں اور مصلحان قوم کے زمرہ میں پہونچے ہیں اور انہوں نے اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ شرارت اور شیطنت کی راہ سے انہیں قسم قسم کے رنگ دیے ہیں ہمکو مجبور کیا ہے کہ اب سیر آدمی بحث کریں۔ مخالف مسلمانوں کو تو یہ دکھایا کہ تمہارے پولیٹیکل حقوق کی حفاظت اور تمہیر اور تمہارے اسلام پر سے پولیٹیکل بدظنیوں کے دور کرنے اور تمہاری خیالی غداری اور بیوفائی کے اثر کو رفع کرنیکے لیے (جو ابتک ناواقف انگریز مصنفوں کی تحریروں سے پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہے جبکہ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسی تحریر شائع ہو جاتی ہے) حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب ہی کی راہ ہے اس لیے وہ اسکو اختیار کریں۔ اور گورنمنٹ کو بجائے خود یہ بتائیں کہ حضرت اقدس اور آپ کی جماعت ہی ایک ایسی قوم ہے جو گورنمنٹ کی مذہبی رنگ میں سچی وفادار اور فرمانپذیر ہی۔ اور حضرت مرزا صاحب نے گذشتہ ۲۵ سال کے اندر عملی طور پر گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کی تعلیم کے پھیلانے میں جسقدر کوشش کی ہے اسکی نظیر نہیں ملتی اور جس کے ضمن میں ہم یہ بھی دکھانا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی دعاوی (جو مسلمانوں نے اپنی کمزوری اور بدقسمتی سے غلط مفہوم کے وجہ سے خوفناک قرار دیے گئے تھے ہم بجائے خود ایسے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے تعلقات کو گورنمنٹ کی ساتھ بہت ہی مضبوط کرنا چاہا ہے۔ اور یہ دعاوی ہرگز ہرگز اپنے اندر کوئی بھیانک چیز نہیں رکھتی اور جن لوگوں نے ایسے دعاوی پر کان کھڑے کیے ہیں انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے کہ انکی حقیقت کو نہیں سمجھا + اور اگر کوئی مسلمان اب بھی اس حقیقت کو ماننے سے انکار کرتا ہے جو مرزا صاحب نے بیان کی ہے تو پھر ہم اسکی نسبت یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس کے خیالات گورنمنٹ کے لیے ضرور قابل لحاظ ہیں پس یہ اہم پہلو ہیں جنپر اس مضمون میں ہمکو بحث کرنی ہے۔ (باقی دوسرے نمبر میں)

تلاوت قرآن کریم کیلیے اشارات

اس عنوان کے تحت میں انشاء اللہ العزیز مسلسل طور پر قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے بعض مشکلات الفاظ یا آیتوں کے معنی دیے جاوینگے جو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب سلمہ ربہ کے درس سے نوٹ کیے جاتے ہیں جسطریق پر اس سے پہلے الحکم میں قرآن کریم پر لطیف نوٹ لکھے جانے کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا اسطرز پر گنجائش بہت ہی کم ہے اس لیے یہ طریق اختیار کیا جاتا ہے ہاں جہاں کہیں مزید تشریح کی ضرورت ہوگی وہاں مفصل بحث بھی کر دی جاوے گی ورنہ اختصار ملحوظ رہے گا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۱ء سے ہم اس سلسلہ کو شروع کرتے ہیں۔ جیدن سے کہ درس میں اٹھارہواں سیپارہ شروع ہوا ہے۔ اگلی اشاعت سے ہم پورا صفحہ اس مضمون کے لیے رکھیں گے انشاء اللہ العزیز۔ (ایڈیٹر)

سورۃ المومنون

پارہ نمبر ۱۸

۳۱ دسمبر ۱۹۰۱ء — رکوع اول

افلح دشمنوں پر مظفر و منصور ہوا۔ یا مراد ہوا۔

خاشعون نماز میں نماز کے سوا کسی کام میں نگے دل نہ دے اس میں تین چیزیں ہوتی ہیں

(الف) السکون جسکے معنی ہیں ترک العبث

(ب) التواضع۔ عظمت اور خشیت الٰہی سے متواضع بننا۔

(ج) الخوف اللہ کی عظمت اور جبروت کو یاد کر کے ڈرنا

زکوٰۃ۔ ایک سال کے بعد اپنے مال میں سے ۱/۴۰ حصہ خدا کی راہ میں دینا۔ ۲ ہر شے جو خدا نے عطا فرمائی ہے جیسے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا و قوی۔ علوم۔ مال و دولت وغیرہ اسکو مخلوق الٰہی کی ہمدردی اور نفع رسانی کے لیے خرچ کرنا۔ ۳۔ زیور میں زکوۃ جو ہر سال دینی پڑتی ہے۔

فروج جمع ۔ اپنے سوراخ (آنکھ کان ۔ ناک ۔ پیشاب گاہ)

امانت ۔ ا۔ کسی حاکم کے ماتحت رعایا ہو تو حاکم کو رعایا کی بہتری و بھلائی کا ملحوظ رکھنا ہونا ۔ عدل و انصاف ۔ انکی جان و مال و آبرو کی حفاظت ۔ رعایا کو بھی وفاداری اور اطاعت ضروری ہے اور یہ امانت میں داخل ہے

۲۔ افسر انکو اپنے ماتحتوں سے نیک سلوک ماتحتوں کو اپنے فرائض کی پوری بجا آوری ۔

۳۔ میونسپلٹی یا امیر کے انتخاب کیوقت جولائق ہو انکو منتخب کرنا ۔ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا ۔

۴۔ شریعت الٰہی کے معنی بھی ہیں انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض

حفاظت الصلوٰۃ ۔ وقت پر ۔ جماعت کے ساتھ ۔ معانی کے لحاظ اور طمانیت اور عدل کے ساتھ نماز پڑھنا نماز کی محافظت ہے ۔ **غطاً** ۔ بڑا ۔ **سبع طرائق** ۔ ستاروں کی سات قسمیں ہیں اور یہ قطب شمالی سے چھوٹے ۔ بڑے اس کے برابر کے ستارے وغیرہ ۔ **شجرۃ** ۔ کیکر کا درخت **صبغ** ۔ سالن ۔ **الدھن** ۔ چکنائی ۔

استفتا اور انکے جواب

اس اشاعت سے یہ سلسلہ بھی الحکم میں شروع کیا جاتا ہے ناظرین الحکم جس قسم کے سوالات بھیجیں گے انکے جواب جتنی الوسع شائع ہوتے رہینگے

۱ ۔ (ماسٹر [illegible] صاحب [illegible]) مکذب کا جنازہ مکذب امام کے پیچھے پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں ۔ **جواب** نماز جنازہ حقیقت میں ایک دعا ہی ہے جو کی جاتی ہے لیکن جو شخص بالجہر مکذب ہے اور گالیاں دیتا اور تکفیر کرتا ہے پھر مومن کی غیرت کیونکر تقاضا کر سکتی ہے کہ وہ اسکے پس ہو جاوے ۔ اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم یہ ایک فعل لغو ہوگا حالانکہ مومن کی شان ہے **والذین ہم عن اللغو معرضون** جبحال کہ مکذب ہماری دعاؤں کو بیہودہ سمجھتے ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ اسکے جنازہ میں ہم شریک ہوں ۔ اور اس کا امتحان کہ وہ ہماری دعاؤں کو مفید نہیں سمجھتے یوں ہو سکتا ہے کہ اگر ان سے کہا جاوے کہ آؤ ہم جنازہ کی نماز پڑھا دیتے ہیں تو وہ کبھی نہ مانیں گے پھر جبحال میں انکی طرف سے یہ تشدد ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے جو خواہ مخواہ انکے ساتھ شریک ہو ں ہاں اگر میت مجہول الاحوال ہو اور جہری دشمن نہ ہو ۔ اس نے کبھی علانیہ تکفیر یا تکذیب نہ کی ہو تو کچھ ڈر نہیں ۔ اسکا جنازہ اگر پڑھ لیا جاوے ۔ آنحضرت نے ایک منافق کا جنازہ پڑھا ہے مگر وہ آپ ہی کے لشکر میں ملا جلا تھا ۔ جہری مکذب نہ تھا ۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کا اسوہ اسی حد تک ہے جب تک کچھ تصدیق کی بو ہو ۔ جہری مکذب نہ ہو ورنہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ ابوجہل کا جنازہ آپ نے پڑھا ہو یا ابوطالب ہی کا پڑھا ہو ۔

صریح مکذب اور جہری مخالف اگر اسی پر مرے تو ان کے تعلقات کی کیا پروا ہو ۔ جیسے آنحضرت نے ودیا لوتدھن سے گذارہ نہیں کیا ہم بھی نہیں کر سکتے ۔ چند روزہ دنیا کے لیے ہم دین نہیں چھوڑ سکتے ۔

جو غفلت کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ اور ہیں مگر جو کافر کہتے ہیں اور تکذیب میں غلو کیا اور نشانہ بنے انکا جنازہ پڑھنا یا انکے ساتھ ملکر پڑھنا صریح مخالفت کرنا ہے ۔

آریہ سماج لاہور ۔ اگر مرزا صاحب کوئی بین نشان دکھائیں تو ہم ماننے کو طیار ہیں ۔ بین نشان ایسے ہوں جیسے ہم کہیں ۔

جواب ۔ بین نشان وہ ہوتا ہے جس کا مخالف مقابلہ نہ کر سکے اور انسانی طاقتوں سے وہ بالاتر ہو ۔ ہم کوئی قید اور شرط نہیں لگا سکتے کہ فلاں نشان ہم دکھائیں گے مگر ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسا نشان ہم خدا کے فضل سے دکھا سکتے ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو اور دوسرے اسکی مثال سے عاجز آئیں ۔ **اقتراحی نشانات** کا ہم دعویٰ نہیں کرتے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے ۔ یہ تو سوءِ ادب ہے خدا تعالیٰ پر کسی کا کیا حق ہے ؟ جو چاہے وہ نشان دے ہم کوئی تخصیص کبھی نہیں کر سکتے ۔ نشان دکھانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے **انما الآیات عند اللہ** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فلا تکن من الجاھلین** ہم سنت اللہ سے واقف ہو کر اور شان الوہیت کے ادب کو جانکر اقتراحی نشانوں کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں ؟ ہم اس کے جواب میں وہی کہتے ہیں جو ہمارے سید و مقتدا نبی کریم صلعم نے فرمایا **سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا**

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سب کو نشان دکھاتا ہے مگر بالکل قیامت ہی بنانا نہیں چاہتا کہ پردہ برانداز معاملہ ہو جاوے ۔ اگر ایسا بین ہو کہ ہر ایک شخص اسے مان لے تو پھر **ایمان** کی حقیقت ہی کیا رہی ۔ بین تو ہوتا ہے مگر حسن ظن والا اور سعید الفطرت اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور ایک شقی اس پر طرح طرح کے اعتراض کرتا ہے ۔ اگر کوئی سورج پر ایمان لاوے تو بتاؤ یہ ایمان اسکو کیا نفع دے گا ۔ نشانات کسی نہ کسی پہلو میں خفا کا ایک رنگ ضرور رکھتے ہیں اور ان کا بین ہونا یہی ہوتا ہے کہ دوسرے اس سے عاجز ہونے میں اور اسکو ہم **اعجاز** کہتے ہیں اگر کوئی اور بھی اسکی نظیر دکھلا سکے تو وہ اعجاز نہ ہوگا ۔ بہرحال **اقتراحی** نشانوں کے لیے ہم نے کبھی دعوی نہیں کیا اور ہم خدا کو مانکر کبھی ایسا دعوی کر ہی نہیں سکتے جو سوء ادب ہے ۔ ہاں ہمکو اپنے خدا پر یہ کامل یقین ہے کہ وہ سچائی کے اظہار کو **اسلام** کی صداقت کیلیے نشان دکھاتا ہے ہمیں افسوس ہے آریہ لوگ جدید درخواست نشان بینی کی کیوں کرتے ہیں کیا **پنڈت لیکھرام** والا نشان انکے واسطے بین نہیں پہلے وہ یہی کا فیصلہ کر دیں کہ کیا ایک شخص کی مقدرت میں یہ امر ہو سکتا ہے کہ وہ چھ سال پہلے قطعی اور یقینی طور پر ایک شخص کو تو وقت موت صورت موت کی خبر دے ۔ اور پھر اسطرح پوری ہو جاوے ۔ لیکھرام والی پیشگوئی وہ چار منصفوں کے سامنے پیش کر لیں کہ وہ کیا فیصلہ دیتے ہیں ایسی عظیم الشان پیشگوئی ہے جسکے گواہ کروڑوں انسان ہیں ۔ جنمیں ہندو مسلمان عیسائی ہر مذہب کے لوگ ہیں اور اسکے علاوہ ہمارے اور بہت سے مشہور نشانات جنکی تعداد دو سو سے زائد ہے انکی نظیر دکھائیں پھر بھی اگر تسلی نہ ہو تو بیشک حق ہے کہ اسی کوئی نیا نشان مانگیں لیکن ایک طالب حق کی شان سے یہ بالکل خلاف ہے کہ وہ خود تجویز کرے کہ یہ نشان ہو خدا تعالیٰ جو چاہے سو ظاہر کرے اور یہ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی صدق دل سے حق جوئی کی غرض سے دو مہینے بھی ہمارے پاس رہے تو وہ کوئی نہ کوئی نشان ضرور دیکھ لیگا ۔ درست اسکا یہی جواب ہے لیکن عنقریب انگریزی میگزین میں بقا اور معجزہ پر ایک آرٹیکل شائع ہوگا جسمیں اور بھی وضاحت سے اس قسم کے سوالوں کا جواب آجائے گا ۔

دار الامان

۱۔ حضرت اقدس مع الخیر ہیں ۔ ۲۔ اتوار کو سیالکوٹ

دنیا کا ہفتہ

مذہبی دنیا

سنہ ۱۸۹۷ء کو پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی جو حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کیمطابق ہلاک ہوا تھا چوبرسی ہوئی۔ لیکھرام میموریل فنڈ کا قیام اس پیشگوئی کی یاد کو قائم رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ خدائے برتر کے ارادوں کا اظہار ہے۔

آج مارچ میں لیکھرام کی موت کی سالگرہ منایا کرتے ہیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایسے جلسوں میں اس پیشگوئی کا ذکر نہ کرنا وہ بھول جاتے ہیں مناسب ہے کہ لیکھرام کی موت کی وجہ خوانی کرتے ہوئے اس سارے تذکرہ کو یاد دلایا کریں جو کہ وہ قادیان آیا اور نشان مانگتا رہا۔ اور بالآخر بمطابق حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی مشتہر ہوئی۔ اور اسکا وقوع ہوا۔

ویلڈن جنکا ذکر کبھی کبھی الحکم میں ہوا ہے انہیں آپ نے اپنے خواستگار ہیں مگر سکرٹری آف سٹیٹ اجازت نہیں دیتے۔ سکرٹری آف سٹیٹ حق بجانب ہیں بشپ صاحب کی بلند پروازیوں سے وہ خوب آگاہ ہیں۔ اسلیے خواہش پردہ پر عمل مناسب ہے۔

امی شوگن چندر نے ستمبر میں اپنا دھرم بدلا تو منایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کیطرف سے صاحب بھی اس ترالی وضع کے نام کو سلام کیا پیش کیا ابھی تک معلوم نہیں ہوا۔ ایک جلسہ پبلک میں فرق کیا دوسرے ایک ہم مومن صاحب تھے۔

اسلام نے یہ فوری نجات حاصل کی کہ بت پرستی عام طور سے محروم کر دیتی ہے۔ حال میں ٹراونکور کے برہمنوں نے خود مندر میں ایک شخص کسی شہر پر یہ استغاثہ کیا کہ اس کے ذریعہ ہمارے جسم میں نہ آنا الٰہی مجسٹریٹ نے استغاثہ خارج کر کے مشیکہ کے فائدہ سے انکو گناہ کرنا چاہا۔ وہ ناکام ہو کر عدالت سے نکل گئے۔

بلاد مصر میں رمضان المبارک کی نوں سحری کیلیے اسطرح جگاتے ہیں کہ پہلے جامع مسجد کے موذن اسکے منار پر چڑھ کر بلند آواز میں تسحروا وکلوا واشربوا سحری کیلئے جاگو اور کھاؤ پیو کہتے ہیں پھر مسجدوں میں اس قسم کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں اور جگانے والے گلی کوچوں میں یہ آیت پڑھتے ہیں۔ یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام اور جب لوگ کھانا کھا چکتے ہیں تو اسی طرح کہاب پانی وغیرہ پی لو یہ آیت پڑھتے ہیں ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا۔ مغرب میں ڈھول بجا کر جگاتے ہیں۔ اسکندریہ یمن۔ علاقہ مغرب میں دروازوں پر دستک دیتے ہیں اور کہتے ہیں قوموا۔ کلوا یا نائمون۔ یا اہل بیت صائمین۔

ہندوستان و پنجاب و سرحد

آئندہ خطابات اور اعزاز ہر سال ۲ جون (تاریخ تاجپوشی) کو اور ۹ نومبر روز سالگرہ کو عطا ہوا کرینگے۔

احاطہ بمبئی میں تعلیم نسواں میں معقول ترقی ہو رہی ہے پارسی امتحانات برسوں سے کچھ کچھ دیسی خواتین پاس کرتی رہتی ہیں۔ امسال بی اے کا امتحان متعدد پارسی لڑکیوں نے پاس کیا۔

کلکتہ سوشل کانفرنس میں تعلیم نسواں۔ عمر ازدواج۔ سفر یورپ۔ باہمی ازدواج وغیرہ مسائل پر بحث کی گئی۔

دہلی میں بجلی کی روشنی اور ٹرام وے کی درخواست کمپنی نے منظور کر کے تیس سال کا معاہدہ کر لیا۔ کمپنی دربار سے پہلے بجلی کی روشنی کا سلسلہ چاندنی چوک میں شروع کر دیگی۔

برٹش فوج بلوچستان نے بیکران کا قلعہ سر کیا محمد علی مختیار قتل ہوا اور برٹش فوج کے دو افسروں کو کاری زخم لگے۔

بنارس کے سنسکرت کالج میں داخل ہونیکے لیے ٹوکیو (جاپان) سے ایک طالب علم نے درخواست بھیجی ہے۔

قیصر ہند کے پاس ایک شخص نے جو دو لاکھ پونڈ کسی کار خیر میں صرف کرنیکے لیے بھیجے تھے ان سے مرض سل اور دق کے مریضوں کیلیے ایک ہسپتال قائم کیا جاویگا۔

حضور ویسرائے شملہ جاتے ہوئے پہلے جدید علاقہ جات شمال مغربی سرحد کا معائنہ کرینگے

لوم بیانہ میں طاعون کے پھیل جانیکا قوی احتمال ہے اور اگر چہ جنوری کو خاص لودہیانہ کی ۲ تحصیلوں میں ۲ واردات ہو چکی ہیں۔

لاہور میں طاعون پھیل گیا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ٹیکہ طاعون کی باشندوں کو صلاح دی ہے ہمیں لاہور کے پیسہ اخبار پر افسوس ہے جسنے ابھی سال گذشتہ میں اشتہار کے ساتھ حضرت مسیح موعود کی اس پیشگوئی پر نوٹ لکھا تھا۔ غالباً اب وہ لاہور ہی میں ہوگا اور اسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ خاص لاہور پر بھی حملہ ہوا تعجب ہے کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے یا تو ٹالنا چاہتے ہیں جو اور بھی بہتر کا انکی موجب ہوتی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ جیسا ہدایت کی گئی تھی توبہ اور خشوع کی تجدید کرتے اور خشوع و خضوع کے ساتھ جناب الٰہی میں گرتے اور حد سے صلح کر لیتے مگر انہیں شوخیوں میں ترقی ہوتی رہی اب بھی ہم اس مامور کے الفاظ میں اہل ملک کو کہنا چاہتے ہیں۔

تر سید از خدائے بے نیاز و سخت قہار ے ۔ می بہ ہم کہ بہ بند غلط ترسیکہ گار

خور تابان سیہ گشت است از بدکاری مردم ۔ زمین طاعون ہمی آرد پئے تخویف و انذار

مرا باور نمی آید کہ بے سود اگر دو آں قومی ۔ کہ میترسند از یار و کسند استغفار

گر آں چیزیکہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے ۔ ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبار

غرض یہ وقت ہے کہ تجدید توبہ کی جاوے اور خدا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کی دعائیں کی جاویں۔

صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر لاہور کے اشتہار ٹیکہ پر حضرت اقدس سے لاہور کے بعض احباب نے ٹیکہ کرانیکو متعلق مشورہ پوچھا ہے آپ نے جو ہمیشہ گورنمنٹ کو ہر مناسب موقع پر اپنی ممکنہ امداد دینے سے دریغ نہیں فرمانے اور خاص طاعون کے متعلق پبلک کے بعض حصوں میں فساد ہو گیا تھا ایک عام جلسہ کر کے ان غلط بیانیوں کی تردید کر کے گورنمنٹ کی تدابیر انسداد پر عمل کرنیکی صلاح دی تھی اسوقت اپنی جماعت لاہور کو مشورہ دیا ہے کہ بیشک وہ ٹیکا لگوا لیں آپ کسی علاج سے نہیں روکتے۔

میگزین

انگریزی رسالہ کا پہلا پرچہ انشاء اللہ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء کو شائع ہوگا احباب کا فرض ہے کہ اسکی خریدار پیدا کرنیکے لیے پوری کوشش کریں۔ قیمت چھ روپے سالانہ ہے خریداران حصص میگزین کی خدمت میں التماس ہے کہ جو وعدے انہوں نے گذشتہ اپریل میں میگزین کا سرمایہ بہم پہونچانیکے لیے کئے تھے انکو اب اور زیادہ توقف میں نہ ڈالیں جن احباب کیطرف روپیہ باقی ہے وہ بلا توقف ارسال فرماویں۔ روپیہ کی سخت ضرورت ہے جن احباب نے ابتک کوئی حصہ میگزین کا نہیں خریدا وہ خرید حصص میں مدد دیں کیونکہ ابتک دس ہزار کے حصص فروخت نہیں ہوئے بلکہ اگر دس ہزار سے سرمایہ بڑھ جاوے تو اسمیں میگزین کا کام چلانیکے لیے اور بھی سہولت ہو جاتی ہے یعنی اپنا ایک مختصر سا چھاپہ خانہ قادیان میں طیار ہو سکتا ہے۔ امید ہے کہ باوسعت احباب ضرور توجہ فرماوینگے اسکے لیے دو ہزار روپیہ کے اندر اندر ضرورت ہوگی۔ اردو میگزین کی نسبت اگرچہ مطلوبہ تعداد درخواستوں کی پوری نہیں ہوئی مگر یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ مارچ کے مہینہ سے شائع کیا جاوے قیمت بہت کم کر دیگئی ہے یعنی قیمت سالانہ مع محصول ۲ روپیہ اور جو احباب انگریزی اور اردو دونوں خریدیں انکے لیے اردو رسالہ کی قیمت ۱ روپیہ ہوگی جن احباب نے اردو رسالہ کیلیے درخواستیں بھیجی ہیں وہ قیمت سالانہ ارسال فرماویں۔ قیمت چونکہ کم کر دیگئی ہے اسلیے اور خریدار پیدا کرنیکی کوشش کریں قیمت ۲ روپیہ صرف اسلیے رکھی گئی ہے کہ وہ احباب جنہیں سے اکثر مالی وسعت نہیں رکھتے ہیں خریدار بھی شریک ہو سکیں ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اسکی قیمت انگریزی رسالہ کے برابر نہ ہوتی۔ ہمیں خیال ہے ان مضامین کا قوم کو ملجانا ایک بڑی نعمت ہے اور اسکے لیے انجمن نے ہر ایک کی راہ کھولدی ہے جو احباب سارا چندہ بیشگی نہیں دے سکتے اور سال بھر کیلیے خریدار اسکے نہیں ہو سکتے وہ ہم ہر ماہ ہیجکر ہر ایک پرچہ منگوا سکتے ہیں جس سے یکمشت چندہ دینے کی تکلیف...

انوار احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و مالک چھپکر شائع ہوا۔